حقوق نسواں کے بارے

اشکالات

اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا جائزہ

تالیف
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن حمد الجلالی حفظہ اللہ

ناشر: جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقوق نسواں کے بارے

اشکالات

اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا جائزہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن حمد الجلالی حفظہ اللہ

ناشر: جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان

نام کتاب : حقوق نسواں کے بارے اشکالات
اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا جائزہ

تالیف : فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن حمد الجلالی حفظہ اللہ

ناشر : جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان

ناشر: جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان

فہرست مضامین

انتساب

- میں اپنے اس مختصر کتابچے کا انتساب اپنی ہر مؤمن بہن کے نام کرتا ہے۔
- میں اس کا انتساب پندرھویں صدی کی بیٹی کے نام کرتا ہوں جسے انتہائی مشکل حالات اور پُرخطر مستقبل کا سامنا ہے۔
- میں اس کا انتساب عصرِ حاضر کی نوجوان لڑکیوں کے نام کرتا ہوں جن کی آبرو کو نیلام کرنے کے لئے گناہوں کی دلدل میں پھنسے سوداگر ہر وقت کوشاں ہیں۔
- میں اس کا انتساب ہر اس درسگاہ کے نام کرتا ہوں جو اللہ تعالی کی معرفت کو عام کرنے کے لئے دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں مصروف ہے۔
- میں اس کا انتساب ہر اس باپ کے نام کرتا ہوں جو اپنی بیٹیوں پر شفقت کر رہا ہے اور ہر اس ماں کے نام کرتا ہوں جو ان کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرتی ہے۔
- میں اس کا انتساب ان افراد کے نام کرتا ہوں جو بچیوں کی تعلیم اور مستقبل کی ماؤں کی تربیت کر رہے ہیں۔
- میں اس کا انتساب ہر اس ذمہ دار شخص کے نام کرتا ہوں جو ہر وقت اللہ تعالی کے سامنے حساب وکتاب کو اپنے تصور میں رکھتا ہے۔
- اس کتابچہ میں فساد برپا کرنے والے افراد کی جانب سے پیدا کئے جانے والے شکوک

وشبہات اور باطل افکار کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ ایسے افراد صرف عورتوں ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے دشمن ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ کس طرح کفار کے ایجنڈے کے مطابق اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہیں!۔ اسی بنا پر میں نے اس کتابچے کا نام رکھا ہے (مسلمان عورتوں کے بارے میں شبہات) اور میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کوشش اور خلوص کو اپنی قبولیت سے نوازے اور اسے نفع مند بنائے۔ اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین!

آپ کا بھائی

عبداللہ بن حمد الجلالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام اس عظیم الفوائد کتاب میں ان اہم ترین اشکالات وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، مطالعہ سے قبل درج ذیل احادیث نبویہ و آیات قرآنیہ ذہن نشین ہونی چاہئیں۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۹ ﴾

(النور: 19)

''جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت کی خبر، بدکاری) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۵۹ ﴾ (الاحزاب: 59)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (منہ) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں یہ امر ان کے لیے موجبِ شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی

الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(الاحزاب: 60)

''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ:وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ:نَعَمْ، دُعَاةٌ إِلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صِفْهُمْ لَنَا؟ فَقَالَ:هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ؟ قَالَ:تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ، قُلْتُ:فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ المَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ''[1]

''لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر اور بھلائی کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ شر اور برائی کے بارے میں اس غرض سے پوچھتا کہ کہیں وہ مجھے اپنے گھیرے میں نہ لے لے۔ میں نے آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ:

[1] صحيح البخاری، رقم الحديث :3606 ،صحيح مسلم، رقم الحديث :1847.

ہم جاہلیت اور شر میں تھے تو اللہ تعالی نے ہمیں یہ خیر (دین اسلام) عطا فرمایا۔ کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے پھر پوچھا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! البتہ اس میں ملاوٹ ہوگی۔ میں نے پوچھا: وہ ملاوٹ کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ میری سنت کو چھوڑ کر اوروں کی سنت کو اپنالیں گے اور میری رہنمائی کو ترک کر کے کہیں اور سے رہنمائی حاصل کرنے لگ جائیں گے۔ ان میں کچھ اچھی باتیں ہوں گی تو کچھ بری۔ میں نے پھر پوچھا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوکر دوسروں کو بہکائیں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا اسے وہ اس جہنم میں گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کے بارے میں بتایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری ہی بولی بولیں گے۔ میں نے پوچھا: اگر ایسے حالات مجھے آگھیریں تو آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ چمٹ جانا۔ میں نے پوچھا اگر اس وقت مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تمام تر فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تمہیں درختوں کے پتوں پر گذارا کرنا پڑے اور تجھے اسی حالت میں موت آنی چاہیے۔"

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على النبي الكريم الذي، أرسله الله رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه ومن تبعه باحسان الى يوم الدين وبعد!

''تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں۔ درود وسلام ہوں ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ پر جن کو اللہ رب العزت نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ ﷺ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام اور ان تمام لوگوں پر جو قیامت تک نیکی کے راستے میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے رہیں گے۔''

اسلام وہ دین ہے جس نے عورت کو نہ صرف حقیقی آزادی سے روشناس کرایا بلکہ اسے کھویا ہوا مقام واپس دلایا، لیکن کچھ لوگ عورت سے اس کی حقیقی آزادی چھین کر اسے دوبارہ ذلیل ورسوا کرنے کے درپے ہیں اور ایسے ایسے شبہات اور اشکالات پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں جن سے عوام کے ذہنوں میں انتشار اور کشمکش پیدا ہو سکے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں آج مادر پدر آزادی کی اصل صورتحال دنیا کے سامنے آچکی ہے کہ جن معاشروں اور ملکوں نے بھی اس کو اختیار کیا آج وہ خاندانی نظام کو ترس رہے ہیں کیونکہ ان کے ہاں خاندانی نظام مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے اور وہاں پر حیوانی خواہشات اس قدر غالب آچکی ہیں کہ شرم وحیا اور عفت وعصمت کا تصور تک باقی نہیں رہا۔

اسلام نے عورت کو اس مقام پر پہنچایا جہاں تک دنیا کی تاریخ میں کوئی اور تہذیب نہیں پہنچا سکی۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ اپنے

گھٹنے پر بیٹھ کر اپنی ران ان کے آگے کر دیتے ہیں جس پر وہ اپنا پاؤں رکھ کر اونٹ پر چڑھ جاتیں۔ مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ اپنا مقام پہچانے اور خود ہی اپنی ذلت کا سامان نہ کرے۔

عورت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنیٰ ''پردہ یا ستر'' کے ہیں اور اس کے اصطلاحی معنیٰ ہیں ''کسی چیز کو چھپانا''۔ ہر وہ چیز جو ستر ہے اس کو عورت کہتے ہیں، مرد کے جسم کا وہ حصہ جو چھپا ہوا ہے اس کو بھی عورت کہتے ہیں۔ اس معنیٰ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو عورت کیوں کہا گیا ہے کیونکہ وہ ایک ڈھکی چھپی چیز ہے اور اس کو جتنا چھپاؤ گے اتنی اس کی عزت بنے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورت کچھ بھی نہیں کر سکتی، وہ بہت کچھ کر سکتی ہے مگر اسلام نے اس کے لیے ایک دائرہ مقرر کیا ہے تاکہ اس کی عزت پر کوئی حرف نہ آئے۔ اللہ عزوجل نے سورہ احزاب میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ ﴾ (الاحزاب: 59)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (منہ) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں یہ اَمر ان کے لیے موجبِ شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ أَنْ يُغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ'' [1]

''اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ کسی ضرورت کی خاطر باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ دیں۔''

[1] تفسیر الطبری: 181/19، الطبعة دار هجر]

میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کے ذریعے اسلام میں عورت کے مقام کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا جس سے ان شاء اللہ آپ کو عورت کے اصل مقام کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ، وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى وَلِيْمَتِهِ، وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ، وَمَا كَانَ فِيْهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ، فَأَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ، فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ؟ قَالُوْا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ، وَمَدَّ الْحِجَابَ" [1]

"رسول اللہ ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن تک قیام کیا، جہاں ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے خلوت اختیار کی اور خود میں نے آپ ﷺ کے ولیمہ کے لیے لوگوں کو بلایا، جس میں روٹی اور گوشت بالکل نہ تھا، آپ ﷺ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، اس پر کچھ کھجوریں، پنیر اور چربی رکھی گئی، یہی آپ کا ولیمہ تھا، لوگوں نے آپس میں گفتگو کی، آیا یہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں شمار ہوں گی یا باندیوں میں؟ انہوں نے سوچا کہ اگر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کا حکم دیا تو ان کو آپ کی بیوی سمجھنا چاہیے اور اگر ان کے لیے پردہ کا حکم نہ دیا تو ان کو باندی جاننا چاہیے، پھر جب آپ ﷺ نے کوچ کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے اونٹ پر اپنے پیچھے جگہ بنا کے پردہ ڈال دیا۔"

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4213.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

”قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ،فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ:فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَائَهٗ بِعَبَاءَ ةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ، فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ“ [1]

”جب نبی کریم ﷺ خیبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے خیبر کا قلعہ فتح کرا دیا تو آپ ﷺ سے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا۔ان کا شوہر مارا گیا تھا اور وہ نئی دلہن تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے لیے چن لیا اور ان کے ساتھ خلوت فرمائی پھر ایک چھوٹے دسترخوان پر حیس (کھجور اور پنیر سے مرکب) تیار کر کے رکھوایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو خبر کر دو (تاکہ وہ بھی کھالیں) یہ ولیمہ کی دعوت تھی۔ پھر ہم مدینہ کی طرف چلے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عبا سے گھیرے ہوئے ہیں پھر اونٹ کے پاس بیٹھتے اپنا گھٹنا رکھتے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔“

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث :2235.

یہ دونوں احادیث ایک ہی واقعہ سے تعلق رکھتی ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کے مقام کو اپنے عمل سے بھرپور طور پر بیان کر دیا، جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21)

''یقینا تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں عمدہ اور بہترین نمونہ ہے''

عورت ذات پیدائش سے لے کر موت تک قابل احترام ہوتی ہے۔ بیٹی، بہن، بیوی، ماں، دادی، نانی ہر شکل میں محبت دیتی ہے۔ لیکن مغرب نے عورت سے اس کی عزت چھین کر اسے اشتہارات کی زینت بنا دیا ہے۔ افسوس آج مردوں کی اکثریت عورت کو احترام کے بجائے ہوس کی نظر سے دیکھتی ہے۔ عورت بھی روشن خیالی کے چکر میں خود کو ظلم اور بربریت کے کنویں میں ڈالے جا رہی ہے۔ آج جو لوگ عورت کی آزادی کی بات کر رہے ہیں وہ دراصل عورت کے ذریعے اپنے گندے کاروبار چلانے کے چکر میں ہیں۔ اسلام سے بہتر عورت کو حقوق نہ کوئی اور مذہب دے سکتا ہے نہ کوئی قانون۔ مگر باطل قوتوں نے مسلمان عورتوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اگر وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں تو وہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکیں گی۔ ہوس کے پجاریوں نے ہر دور میں عورت کے استحصال کی کوشش کی ہے۔ علامہ اقبال نے ''خلوت'' کے عنوان سے اپنی ایک نظم میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر ولیکن
خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر!

اقبال عورتوں کی تعلیم، ان کی حقیقی آزادی اور ان کی ترقی کے خواہاں تھے لیکن آزادی نسواں کے مغربی تصور کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اسی لیے انہوں واضح طور پر کہا:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا!
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور!
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

یہی وہ باتیں ہیں جن کو عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن حمد الجلالی حفظہ اللہ نے محسوس کیا اور ''شبہات فی طریق المراۃ المسلمۃ فی العالم الاسلامی'' کے نام سے اپنا یہ کتابچہ تحریر فرمایا، جس میں نے آپ حفظہ اللہ نے عالم اسلام میں مسلمان عورتوں کے بارے میں شبہات کا ازالہ قرآن و حدیث کے مبرہن دلائل سے کیا ہے اور اس کا اُردو نام ''حقوق نسواں کے بارے میں اشکالات اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا جائزہ'' تجویز کیا گیا ہے۔ اس مختصر اور جامع کتابچے میں انہوں نے ناصحانہ اور علمی انداز میں ان تمام تر شبہات کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے، تاکہ مسلمان عورت کو عہد حاضر کے فتنوں سے بچایا جا سکے۔

جامعہ علوم اثریہ جہلم نے ہمیشہ اللہ کے فضل و کرم سے اپنے تعلیمی، دعوتی اور رفاہی کاموں کے ساتھ ساتھ علمی، اصلاحی اور معیاری مطبوعات کی فراہمی کو بھی اپنے بنیادی اہداف میں رکھا اور ایسی کتب شائع کی ہیں جن سے نہ صرف عوام کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہو، بلکہ اسلام کی حقانیت بھی لوگوں پر عیاں ہو

مذکورہ بالا کتابچہ نظر سے گذرا تو جامعہ نے عام لوگوں کے فائدے کے لیے اس کا اردو

زبان میں ترجمہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ محترم حافظ ابوبکر صدیق صاحب نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس کتابچہ کے ترجمہ کی حامی بھر لی جو انہوں نے بہت ہی بہتر طریقے سے سرانجام دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں محترم قاری انس طاہر صاحب، برادرم حافظ احمد حقیق، عزیزم حافظ عبدالغفور جہلمی ، حافظ محمد عمر، اور مولانا ابو اُمامہ نوید احمد بشار حفظہ اللہ اور ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے کتاب کی طباعت میں تعاون فرمایا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم، ناشرین اور تمام تعاون کرنے والوں کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ (آمین)

أخوكم فی اللہ

حافظ عبدالحمید عامر

رئیس جامعہ علوم اثریہ۔ جہلم

مقدمہ از مؤلف

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركا لما يحبه ربنا ويرضاه والصلاة والسلام على رسوله النبی الامی الذی يؤمن بالله وكلماته وبعد!

اے میری مسلمان بہن! میں اپنے اس مختصر کتابچے کا انتساب آپ کے نام کررہا ہوں۔ مجھے اللہ رب العزت سے قوی امید ہے کہ میں اس کتابچے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حق بیان کرنے میں کامیاب رہا ہوں۔ اسی طرح میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کا اجروثواب ضرور عطا فرمائیں گے۔ میں آپ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو اس کتابچہ کے ذریعے ایسا فائدہ پہنچائے کہ آپ کو اپنے مسائل کا حل مل جائے اور وہ راہِ حق مل جائے جس کی آپ متلاشی ہیں۔

میں نے اس کتابچے کا نام (مسلمان عورتوں کے بارے میں شبہات) رکھا ہے؛ کیونکہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ تو شبہات کا دور ہے اس میں مسلمان عورتوں کے بارے بہت زیادہ شکوک وشبہات پھیلائے جارہے ہیں۔ دراصل افکار وعقائد کے حوالے سے جاری سرد جنگ کے اس دور میں جب دشمنانِ اسلام بالواسطہ جنگ میں ناکام ہو چکے ہیں تو انہوں نے معاشروں میں فتنے پیدا کر کے معاشرتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا شروع کردیا۔ عورت چونکہ صرف مردوں ہی نہیں بلکہ پوری امت کی تباہی کے لیے استعمال ہونے والا سب سے خطرناک ذریعہ ہے اس لیے دشمن نے عورت کو اپنی سازشوں کا حصہ بنا کر ایک تباہ کن ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ: ”کسی بھی معاشرے کی تباہی

کے لیے عورت سے زیادہ مؤثر کوئی اور ہتھیار نہیں اس لیے اس مہم کو پورا کرنے کے لیے عورت کو اپنی فوج میں بھرتی کرو۔''

یہ صدا عالم اسلام کی سرحدوں کے پار سے لگائی گئی لیکن ہمارے ہاں نقالی کرنے والے طوطوں نے بغیر کسی سوچ و بچار کے اسلام سے نفرت کے اظہار اور اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے انہی کے نعروں کو یہاں بھی بلند کرنا شروع کر دیا اور ہماری ہی نسلوں سے تعلق رکھنے والے اور ہماری ہی زبان بولنے والوں نے اپنے اور کفار کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو یوں تباہ کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے عورت کو اسلام کے خلاف علمِ بغاوت اٹھانے پر آمادہ کرنا شروع کر دیا اور عورت کو دقیانوسی اور قدامت پرستی کا طعنہ دینا شروع کر دیا۔ انہوں نے اسلامی معاشرے کو ایک تنگ نظر معاشرے سے تعبیر کرنے کی جسارت کر ڈالی اور کہنا شروع کر دیا کہ ایسے معاشرے میں تو کسی انسان کے لیے سانس لینا بھی مشکل ہے۔ خواتین کی بہت ساری تنظیمیں اسی سوچ کے تحت قائم کی گئیں اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی آزادی کا مطالبہ کر رہی ہیں؛ جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

اس طرح کی تنظیموں اور عورتوں کے حقوق و آزادی کے دعوے کرنے والے اداروں کے نتائج آج کھلی آنکھوں کے سامنے ہیں کہ کتنی عورتیں ان کے نتیجے میں بھٹک چکی ہیں اور دوسروں کو بہکا رہی ہیں، بظاہر لباس پہننے والی نیم برہنہ لباس میں نظر آ رہی ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت ساری عورتیں اپنی راحت کے عام وسائل اور بنیادی حقوق سے محروم کر دی گئی ہیں اور اس آزادی اور حقوق نسواں کے دور میں بہت ساری بیچاری عورتیں محبت وشفقت، شادی اور خاندانی زندگی کو ترس رہی ہیں۔ اس آزادی اور حقوق نسواں کے موہوم دور میں عورت کو کیا ملا؟ وہ تو محض فیشن شوز اور نمائشوں کی زینت بنی' ہوائی جہازوں کی کمپنیوں کی تشہیر کا ذریعہ بنی یا پھر منچلے اور اوباش لوگوں کی دل لگی کا سامان بن رہی ہے۔

مگر ہم ان سب حالات کے باوجود پُر امید ہیں بلکہ بیداری اور احساس ذمہ داری کی کاوشوں کے باعث یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کے علاوہ باقی تمام باطل افکار ونظریات اس

بیداری کی لہر کے سامنے پاش پاش ہو جائیں گے۔ اس بیداری کی تحریک میں مرد وعورت دونوں شریک ہیں البتہ عورتوں کا حصہ اس میں مردوں سے زیادہ ہے کیونکہ ہمارے ممالک میں اب ایک مسلمان لڑکی صرف اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر ہی اکتفا نہیں کر رہی بلکہ وہ تقوی اور پرہیز گاری کے زیور سے آراستہ ہو رہی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ عورتوں کے معاملات کے ذمہ داران بھی عصر حاضر میں ہونے والی سازشوں سے آگاہ ہو رہے ہیں جن کے بارے میں اخبارات ورسائل، کتب اور سمعی وبصری ذرائع ابلاغ کے ذریعے پردہ اٹھایا جا رہا ہے۔ عورتوں کے دشمن اکثر اوقات عورتوں کے سامنے شکوک وشبہات رکھ کر انہیں عفت وعصمت کی راہ سے بہکانا چاہتے ہیں تاکہ وہ پانی کو گدلا کر کے انہیں اپنے جال میں پھنسا لیں اور ان کے ذہنوں میں دین، دینداروں، پردے، اور شرم وحیا کے بارے میں گندے خیالات کی آبیاری کر سکیں اور انہیں راہِ راست سے منحرف کر سکیں۔ ممکن ہے کہ ان شکوک وشبہات سے بعض عورتیں دھوکہ کھا جائیں خاص کر وہ عورتیں جو اسلامی تہذیب وثقافت سے پوری طرح واقف نہیں یا وہ جو مغربی ومشرقی تہذیب ثقافت کی دلدادہ بن چکی ہیں۔

میں نے جہاں مذکورہ اسباب کی بنا پر ان شبہات کے بارے میں بات کرنے کا فیصلہ کیا وہیں پر اپنے چند غیرت مند احباب کی طرف سے مسلسل اصرار کے بعد اس بارے میں اللہ تعالی کی نصرت سے لکھنے کا فیصلہ کیا اور چند حساس ترین شبہات کے بارے میں بات پر ہی اکتفا کیا ہے جو بے راہ روی اور بے حیائی کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

پہلا شبہ (اشکال)

مرد کے لیے چار شادیوں کی اجازت

اللہ تبارک وتعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ﴾ (النساء: 3)

''اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اُن کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہیں دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔''

مفسرین اس آیت کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یتیموں کے حقوق کی ادائیگی اور زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر لو۔ ان کی تعداد کا تعین بھی کر دیا کہ زیادہ سے زیادہ بیک وقت چار۔ یوں اس تفسیر کی رو سے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کا مقصد متعین کر دیا گیا کہ اگر زنا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو تم ایک وقت میں چار عورتوں سے بھی شادی کر سکتے ہو۔ میرے خیال کے مطابق اس آیت کی یہ تفسیر سب سے بہتر تفسیر ہے کہ اس میں ایک سے چار تک عورتوں سے بیک وقت

شادی کرنے کے مقصد اور اس کی حکمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو تو چار شادیوں کی اجازت دی ہے لیکن عورت کے لیے ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت نہیں دی؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے اس پر اعتراض کسی بھی طرح قابل قبول نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فیصلوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا' یہ تو انسان ہیں جن سے سوال کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے بارے میں بہتر جانتے ہیں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (الملك: 14)

''بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔''

البتہ عقلی اور منطقی اعتبار سے اس شبہ کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرد کے لیے بیک وقت چار شادیوں کی اجازت میں بہت بڑی حکمت رکھ دی گئی ہے جس کے چند ایک اسباب درج ذیل ہیں:

1:...... مرد کے لیے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت اس لیے رکھی گئی ہے کہ اس سے آبادی میں اضافہ ہوتا ہے اور اولاد زیادہ سے زیادہ پیدا کی جاسکتی ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس اُمت کی آبادی کو بڑھانے کا حکم دیا ہے کیونکہ آپ ﷺ اس امت کی کثرت کی بنیاد پر دوسری امتوں پر قیامت کے روز فخر کریں گے۔ اگر ایک مرد کے پاس چار عورتیں ہوں گی تو ان میں سے ہر ایک بچے پیدا کر سکے گی۔ اگر ہم اس سنت کو معطل کر دیتے ہیں اور مرد کو زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تو ایک مرد اکیلی بیوی سے ایک وقت میں ایک ہی بچہ یا بچی پیدا کرسکتا ہے جبکہ چار کی صورت میں اگر وہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہیں تو ایک سے زیادہ بھی ایک ہی وقت میں پیدا کرسکتا ہے۔

2:...... اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اکثر ادوار میں

عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے اور ہر آنے والے دور میں ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اس کرہ ارض کے لیے قانون ہے کہ مادہ کی تعداد نر کے مقابلے میں دن بدن بڑھتی جا رہی ہے آپ اس بات کا مشاہدہ حیوانوں اور پرندوں میں بھی کر سکتے ہیں مثلاً آپ مرغیوں کے چوزوں کے بارے میں ہی دیکھ لیں کہ ان میں مرغیوں کی تعداد مرغوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ تمام تر مخلوقات میں دیکھ سکتے ہیں۔ جب نظریاتی اور عملی اعتبار سے دیکھا جائے کہ یہ بات طے شدہ ہے تو کیا یہ معقول بات ہو سکتی ہے کہ ہم مردوں کی طاقت کو معطل کر دیں؟ اور کیا یہ بھی معقول ہو سکتا ہے کہ ہم مردوں سے زائد تعداد میں موجود عورتوں کو بھی مردوں سے محروم رکھیں؟ اس طرح ان محروم عورتوں بیچاریوں کا کیا بنے گا؟ یقیناً مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت سے محروم کر کے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ اور زیادہ بڑھے گا۔ اور جن ممالک میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں ہے وہاں بے راہ روی اپنے عروج پر ہے اور ان میں سے بہت سارے ممالک اب سوچ رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے قوانین کو تبدیل کریں جیسے کہ اس وقت یہ سوچ جرمنی میں پیدا ہو رہی ہے۔

3:...... اسلام ایک فطری دین ہے جو زمینی حقائق کے مطابق انسان کی راہنمائی کرتا ہے اور انسانی فطرت اور مزاج کو کسی بھی صورت میں بالائے طاق نہیں رکھتا بلکہ ان کے عین مطابق انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ اب فطری طور پر آپ دیکھ لیں کہ کتنے ہی مرد ایسے ہیں جن کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہے۔ اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ چاہے ان مردوں میں جنسی طاقت زیادہ یا ان کی بیویوں میں جنسی میلان کم پایا جاتا ہے' یا عورت کے خصوصی ایام جن میں وہ مرد کی جنسی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتی' تو ایسی صورت میں وہ مرد کہاں جائے؟ اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں: ایک حرام کا راستہ ہے اور دوسرا حلال۔ حرام کی صورت میں معاشرے میں اخلاقی برائی عام ہوتی ہے اور بیماریاں جنم لیتی ہیں اور اولادوں کے نسب میں اختلاط پیدا ہوتا ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ پیدا ہونے والے بچے کس کے ہیں۔ اور یوں نظام

زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے اور انسانی معاشرہ ایک حیوانی معاشرے میں تبدیل ہو جاتا ہے جس میں باپ کو اپنی اولاد کا علم نہیں ہوتا کہ ان کی حقیقی اولاد کونسی ہے اور اولادوں کو اپنے باپ کا پتہ نہیں ہوتا کہ ان کا حقیقی باپ کون ہے؟

جبکہ حلال والا راستہ ہی شرافت والا راستہ ہے جس سے انسانی نفسانی خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے' نیک اور حلال اولاد بھی جنم لیتی ہے۔ ایک ایسا شریفانہ ماحول ترتیب پاتا ہے جس میں خاندانی نظام درہم برہم نہیں ہوتا بلکہ ایک بہترین خاندان تشکیل پاتا ہے۔ حرام کاری کی صورت میں اللہ تعالی کی ناراضگی اور غصہ ہے جبکہ حلال راستے کو اللہ تعالی پسند فرماتے ہیں اور یہی اللہ کے انبیاء کی سنت بھی ہے۔

4:...... اگر مرد کو چار تک شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو اس کا یقینی نتیجہ کیا ہوگا؟ یقینا اس کا نتیجہ عشق معاشقہ اور بے حد وحساب ناجائز تعلقات ۔ وہ ممالک جو اس وقت ترقی اور خوشحالی کے دعوے کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرد کو چار شادیوں کی اجازت دینے میں عورت کی توہین ہے انہی ممالک کے دوہرے معیار کو دیکھیں کہ وہاں ناجائز طریقے سے مرد جتنی مرضی عورتوں کے ساتھ بدکاری کریں بلکہ وہاں تو ہم جنسی پرستی کو بھی قانونی شکل دے دی گئی ہے اور ایسے ایسے قوانین متعارف کروائے جا رہے ہیں جو کسی بھی انسانی معاشرے کے قوانین نہیں ہو سکتے۔ ان ممالک میں شادی کی بجائے ناجائز تعلقات کو بہتر سمجھا جانے لگا ہے۔

5:...... مرد کے لیے چار تک شادیوں کی اجازت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی مرد صرف ایک شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی شریک حیات نہیں مل سکے گی بلکہ صورتحال اس کے برعکس ہے کہ عورت اسی مرد کو زیادہ ترجیح دیتی ہے جس کی وہ اکیلی بیوی ہو۔ مردوں کے لیے چار شادیوں کی اجازت سے کنوارے نوجوانوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں بنے گا کیونکہ شریف لڑکوں کے لیے رشتوں کی ایک قطار لگی ہوتی ہے۔ اصل مسئلہ شادی نہ کرنے والے نوجوان ہیں جو معاشی ناہمواری کا شکار ہیں یا وہ خواتین ہیں جو شادی کی عمر میں تعلیم اور اپنے کیریئر کے چکر میں شادی کی اہمیت کو بھول جاتی ہیں ۔ ایسی صورت میں مردوں کے لیے چار شادیوں کی

اجازت ہی بہترین حل ہے۔

6:...... اگر عورت کو ایک سے زیادہ مرد رکھنے کی اجازت دے دی جائے تو نظام زندگی معطل ہو کر رہ جائے کیونکہ مرد کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنی بیوی میں شراکت کو برداشت نہیں کرتا اور اگر ایسی شراکت کی اجازت دے دی جائے تو جھگڑا فساد اور ناکام خاندان کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا کیونکہ مردوں کی غیرت ایسا برداشت نہیں کرسکتی۔ پھر ایک عورت کو اگر ایک سے زیادہ مرد سے شادی کی اجازت دے بھی دی جائے تو وہ ایک وقت میں ایک ہی بچہ پیدا کرسکتی ہے یوں شادی کا اصل مقصد تو ختم ہو جاتا ہے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اس بارے میں اختلاف جنم لے گا کہ یہ بچہ کس مرد کا ہے۔ یہی بہترین حکمت اور دانائی ہے جس کو کوئی انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی۔ اور اسی طرح آپ یہ بھی غور کریں کہ کیا کوئی مرد کسی ایسی عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنا چاہے گا جو اس سے پہلے کسی اور مرد کے ساتھ تھی۔ اس سے کئی بیماریاں بھی لگ سکتی ہیں جیسے کہ بدکاری کرنے والے افراد آتشک' سوزاک اور ایڈز جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

7:...... مرد کے لیے چار شادیوں کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات میں زیادہ پائیداری ہوگی کیونکہ اگر ایک مرد کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں گی تو وہ کسی بیوی میں جنسی سردمہری یا کسی اور مرض کی بنیاد پر اس کو طلاق نہیں دے گا کیونکہ اس کے پاس دوسری بیوی ہوگی جس کے ساتھ اپنی جنسی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ اور طلاق کی صورت میں پورا خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا بالخصوص جب اس عورت سے اولاد بھی ہو تو ان کے ضائع ہو جانے اور بے راہ روی کا شکار ہونے کا اندیشہ بڑھ جائے گا اور ان کی صحیح تربیت بھی نہیں ہو سکے گی۔ اگر مرد طلاق نہیں دے گا تو اسے مجبوری میں برداشت کرے گا اور عین ممکن ہے کہ اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو جائے' اسی لیے اللہ تعالی نے مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے تاکہ ایسے تمام تر اندیشوں کو ختم کیا جاسکے اور وسعت پیدا کردی ہے تاکہ مشکل نہ ہو۔ اس بارے میں بہتر وہی شخص جان سکتا ہے جس کو ایسے کسی معاملے سے

واسطہ پڑا ہو یا لوگوں کے خاندانی مسائل کے بارے میں ادراک رکھتا ہو اور ان کے حل کے لیے کوششیں کرتا رہا ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ممالک جن میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کے مطابق چار شادیوں تک کی اجازت پر اعتراض نہیں کیا جاتا اور جہاں پر اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تبدیلی نہیں کی جاتی ہے' ان ممالک میں طلاق کی شرح نسبتاً کم ہے۔ اور وہ ممالک جو اپنے آپ کو تہذیب یافتہ سمجھتے ہیں اور عورتوں کے حقوق کے دعوے کرتے ہوئے ایک سے زائد شادی کی اجازت نہیں دیتے وہاں پر طلاق کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اور جب قوانین طلاق کی اجازت نہیں دیتے یا اس معاملے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں تو وہاں مرد بے راہ روی کا زیادہ شکار ہوتے ہیں اور بیویوں سے مجبوری کا رشتہ رکھتے ہیں اور بعض اوقات انہیں قتل بھی کر دیتے ہیں تاکہ اس سے جان چھڑا سکیں یا پھر ان پر بے بنیاد الزامات لگا کر انہیں بدنام کر دیتے ہیں تاکہ کسی جائز یا ناجائز ذریعے سے اس سے نجات حاصل کر سکیں۔ ان معاشروں میں ایسے واقعات بہت عام ہیں جو معاشرے اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے دور جا چکے ہیں۔ اگر آپ ان معاشروں اور ممالک کی خبریں پڑھیں تو آپ کو لرزہ خیز کہانیاں پڑھنے اور سننے کو ملیں گی۔ لہٰذا ان سے عبرت حاصل کرو۔

8:......مردوں کے لیے چار تک شادیوں کی اجازت کے ذریعے بہت ساری عورتوں کو معاشرتی تحفظ میسر آ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر بیویوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری ڈال رکھی ہے بلکہ اسلام نے مرد کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے باقی افراد کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھانے سے پہلے اپنی بیویوں کے اخراجات پورے کرے۔ یوں دیکھا جائے تو اسلام ایک مرد کو کئی عورتوں بلکہ کئی خاندانوں کے نان نفقہ کو پورا کرنے کی ذمہ داری دیتا ہے۔ اگر ہم اس اجازت کو ختم کر دیں تو یقیناً اس سے بہت ساری عورتوں کی معاشی مشکلات میں اضافہ ہوگا اور ان کا نان نفقہ پورا کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے وہ اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو سکتی ہیں اور ان کی وجہ سے معاشی' معاشرتی اور اخلاقی برائیاں جنم لے سکتی ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسی عورتیں بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتی ہیں جس سے ان کی عزت خطرے میں پڑ

جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو چار تک شادیوں کی اجازت مرحمت فرما کر یہ آسانی پیدا کردی کہ اس طرح کے مسائل پیدا ہی نہ ہوں۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ نظام وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اپنی پُر حکمت کتاب میں نازل فرمایا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو عورت کے حقوق کے علمبردار بنے پھرتے ہیں وہ دراصل عورت کے سب سے بڑے دشمن ہیں' وہ ان تمام ترحکمتوں سے واقف ہیں لیکن نفسانی خواہشات کے پجاری ہونے کے باعث وہ دینِ حکیم کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں۔ ایسے لوگ مت بھولیں کہ انہیں ایک دن اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔

چار شادیوں کے بارے میں سب سے بڑا پروپیگنڈہ:

کتنی عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ یہ واویلا کر رہے ہیں کہ اللہ اسلام رجعت پسند اور دقیانوسی نظریات کا حامل ہے' اسی طرح وہ مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں پر ظلم کرتے ہیں کہ وہ اپنے لیے چار عورتوں سے شادی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں اگر دشمنانِ اسلام ایسی کوئی بات کریں کیونکہ وہ اسلام کے ساتھ اپنی دشمنی میں ہر حد سے تجاوز کرنے سے گریز نہیں کرتے اور کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ لیکن تعجب ان مسلمانوں پر ہوتا ہے جو تہذیب یافتہ ہونے اور عورتوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے دعوے کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن میں اسلام کے خلاف ان کی نفرت عیاں ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ریڈیو' ٹی وی' اخبارات ورسائل' کتب اور سوشل میڈیا کے ذریعے اسلام کے اس پہلو پر بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں حتی کہ بعض اوقات رسالت مآب ﷺ کی شان میں بھی زبان درازی کر جاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کیوں نو عورتوں سے شادی کی۔ ان کے ایسے اعتراضات کے جواب میں بعض اوقات دینِ اسلام سے محبت رکھنے والے بعض افراد انتہائی معذرت خواہانہ رویہ اپناتے ہوئے بہت ہی کمزور دلائل کا سہارا لیتے ہیں کبھی اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے سے مختلف توجیہات پیش کرکے ان کے لیے عذر تلاش کرتے ہیں اور کبھی انسان کی فطری ضروریات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ اللہ کی منشا تھی اور اللہ

تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جاسکتا وہ جو چاہے حکم صادر فرمائے۔

جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ پروپیگنڈہ اور واویلا سب غلط اور بے بنیاد ہے' وہ چاہے جتنے بھی ڈراموں یا کارٹونوں میں اس کے بارے میں اپنی مہم چلائیں کیونکہ ان کا نقطہء نظر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہے جس پر تمام علمائے امت متفق اور متحد ہیں۔

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا۝۱۱۵﴾

(النساء: 115)

"جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

ایسا واویلا اور شور یہ لوگ مرد وزن کے اس اختلاط کے بارے میں کیوں نہیں کرتے جو کہ حرام ہے؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ سنت رسول ﷺ کے خلاف ایسی ایسی آوازیں کسی جاتی ہیں اور اندھا فتنہ برپا کیا جاتا ہے لیکن اس طوفان کے سامنے کھڑا ہونے والا کوئی بھی نہیں بلکہ اکثر مسلمانوں کے گھر بھی اس فتنے کا شکار ہو چکے ہیں اور عیش وعشرت میں پڑ گئے ہیں۔

مردوں کے لیے چار تک شادیوں کی اجازت پر اعتراض اسلام سے ارتداد ہے:

علمائے کرام کا اس بارے میں اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ میں مذکور کسی بھی بات کا انکار کرتا ہے یا اسے ناپسند کرتا ہے تو مرتد تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص بھی مرتد تصور کیا جائے گا جو مسلمانوں کے مابین متواتر طریقے سے منقول اور معمول بہ سنتوں کا انکار کرے۔ ایسے لوگوں کے کفر اور دین سے عاری ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں جو اسلام میں مرد کے لیے چار شادیوں کی اجازت کا انکار کرتے ہیں یا اسے عورت کے خلاف ظلم اور ناانصافی تصور کرتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں سے گریز کریں اور دور رہیں۔ مجھے تو ان لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی خطرہ محسوس ہوتا ہے جو چار شادیوں والے مسئلہ کے

بارے میں شبہات پیدا کرتے ہیں اور مردوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے سے ڈراتے ہیں اور معاشرے میں خوف وہراس کی فضا پیدا کرتے ہیں۔

﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝﴾ (الاحزاب: 61، 62)

''(وہ بھی) پھٹکار کئے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر وتبدل نہ پاؤ گے۔''

پہلی بیوی کے لیے میری وصیت:

وہ پہلی بیوی جس کا خاوند دوسری شادی کر رہا ہوتا ہے' اس کے لیے میری وصیت اور نصیحت ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور اللہ تعالی سے بہتر اجر کی امید رکھے اور اپنے خاوند کے لیے شادی کے معاملے میں مشکلات پیدا نہ کرے۔ اگر عورت اچھی نیت سے صبر وتحمل سے کام لے گی تو اس کے لیے اللہ تعالی کے ہاں بہت بڑا اجر وثواب ہے کیونکہ اس کا خاوند دوسری شادی کسی انتہائی ضرورت کی وجہ سے ہی کر رہا ہوگا اور عین ممکن ہے کہ اگر آپ اس کو منع کرو تو وہ کسی حرام راستے کو اختیار کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو آپ بھی اس کے گناہ میں شریک ہوں گی کیونکہ آپ ہی اس کے اور ایسی دوسری عورت کے درمیان حائل ہوئی ہوں گی جس کی وجہ سے ممکن تھا کہ وہ پاک دامنی کا راستہ اختیار کر لیتا اور گناہ سے بچ جاتا۔

نئی بیوی کے لیے میری وصیت:

یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر عورتیں شادی شدہ مردوں کے ساتھ شادی سے انکار کر دیتی ہیں اور اس کی بنیادی وجہ دوسری شادی کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ ہے۔ اس انکار کی وجہ سے کئی عورتیں بغیر شادی کے ہی گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں اور بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح بہت سارے مرد بھی عورتوں کی طرح غیر شادی شدہ رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات اس کے نتیجے میں مرد غیر ممالک میں جا کر شادی کر لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نصف' ایک تہائی یا ایک

چوتھائی خاوند بھی عورت کے لیے غیر شادی شدہ رہنے سے بہت بہتر ہے کیونکہ ایسی خواتین اپنے والدین یا سرپرستوں کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہیں اور ان کی وجہ سے زمین میں ایک بڑے فتنے اور اخلاقی بگاڑ کا بھی خدشہ برقرار ہے۔

نئی بیوی کے لیے سابقہ بیوی کی طلاق کا مطالبہ حرام ہے:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاَ تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، وَلْتَنْكِحْ، فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا" [1]

"کوئی عورت اپنی کسی بہن کی طلاق کا مطالبہ اس غرض سے نہ کرے کہ وہ اس کا برتن خالی کروا کر اپنا نکاح اس سے کروا لے' کیونکہ اسے اپنے مقدر کا خاوند مل ہی جائے گا۔"

(اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق دلوا کر اسے خاوند سے محروم کر کے خود اس کے خاوند پر قبضہ نہ جمائے۔)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کسی شادی شدہ مرد سے شادی کی خواہش مند یا منگنی کرنے والی عورت کے لیے یہ بات کسی بھی صورت میں جائز نہیں کہ مرد پر یہ شرط لگائے کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے' جبکہ رسول اکرم ﷺ نے اسے اس کی بہن قرار دیا ہے تاکہ اسے اس بات کا احساس رہے اور وہ اس کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے اور نہ ہی شادی کے لیے یہ شرط رکھے۔ یہ ممانعت حرمت والی ہے' اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ سوتن بھی اپنے خاوند سے دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض خاندان والے یا عورتیں ایسا کرتی ہیں اور مرد نئی بیوی کے ورغلانے سے ایسا کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں تو اس سے بہت سارے گھر اجڑ جاتے ہیں اور اولاد بگڑ جاتی ہے۔ اس لیے ایسا مطالبہ کرنا یا اس پر اصرار کرنا شرعی اور فطری طور پر ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے۔

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6601.

ان بے وقوف لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو ابھی تک اپنی روش تبدیل نہیں کر پائے اور عفت وعصمت کی حفاظت کے راستے کے خلاف جنگ کے لیے ابھی تک وہ اپنی کوششوں میں مشغول ہیں اور اپنی مذموم تحریروں کے ذریعے چار شادیوں کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں اور عورتوں کو اس سنت سے بیزار کر رہے ہیں اور یہ لوگ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور وسائل کو اس بات پر صرف کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ حق کی طرف واپس کیوں نہیں پلٹتے اور گھروں میں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہونے والی غیر شادی عورتوں پر انہیں ترس کیوں نہیں آتا؟ کہ انہیں بھی خاوند کی ضرورت ہے جس کے دامن میں آ کر وہ اپنی خواہشات کو پورا کر سکیں اور ایک باعزت گھرانہ ترتیب دے سکیں یعنی اولاد پیدا کر سکیں جو کہ زندگی کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝۴۶ ﴾ (الکهف: 46)

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔''

بالخصوص خواتین کے لیے تو بچے سب سے بڑی اور قیمتی خواہش ہوتے ہیں۔

چار شادیوں کے منکرین تین طرح کے لوگ ہیں:

1:...... ایک وہ ہیں جو اسلام سے نفرت کرتے ہیں اور دشمنوں کی بولی بولتے ہیں اور کفار کی طرف سے لگائی گئی ڈیوٹی کو پورا کرنے میں مصروف ہیں۔ کیونکہ دشمنانِ دین سمجھتے ہیں کہ زیادہ شادیوں سے مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوگا' اس لیے وہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ایسی کوششیں کر رہے ہیں۔ جیسا کہ بعض مسلمان ممالک میں یہ ہو رہا ہے کہ وہاں پر ایک ہی شادی پر اکتفا پر زور دیا جا رہا ہے جبکہ بہت سارے ممالک میں مسیحی اس وقت اپنی نسل کو بڑھانے اور جلدی شادی پر زور دے رہے ہیں جیسے کہ یہ صورتحال مصر میں دیکھنے

میں آئی ہے کہ وہاں مسیحیوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور عین ممکن ہے کہ ایک وقت آئے جب وہاں پر ان ہی کی اکثریت ہو کیونکہ وہ مصر کو دوسرا اندلس بنانا چاہتے ہیں اور وہاں سے مسلمانوں کو نکالنے کے خواہش مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری مدد فرمائے۔ ہمارے سامنے یہ بات بھی آئی ہے کہ یہ جو مسلمانوں میں خاندانی منصوبہ بندی کو ترویج دیا جا رہا ہے، اس کا مقصد بھی ان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کم کرنا ہے جیسا کہ انڈونیشیا میں ہوا کہ وہاں گذشتہ چند سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں تقریباً نو فیصد کمی ہوئی یعنی ڈیڑھ کروڑ مسلمان کم ہوئے ہیں۔

2:...... وہ لوگ جو اسلام سے لاعلم ہیں: اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ طوطے کی طرح جو سنتے ہیں وہی بولنے اور دہرانے لگ جاتے ہیں۔ اور ہمارے معاشروں میں جاہلوں اور نیم عالموں کی کمی نہیں ہے اور جو پڑھے لکھے ہیں بھی چاہے ان کی تعلیم وتربیت یورپ میں ہوئی ہے یا مشرقی ممالک' وہ اسلام کے علاوہ سب کچھ پڑھتے اور جانتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیں پڑھیں' تحقیق کریں اور غور کریں اور ان مسائل کے بارے میں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ سے رہنمائی لیں' یہی راہ حق ہے۔ وگرنہ عین ممکن ہے کہ وہ دشمنوں کے آپ آلہ کار بن کر رہ جائیں گے اور ان کی اسلام دشمنی کو کسی بھی صورت میں روک نہیں پائیں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ (البقرۃ: 120)

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ تم اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی الٰہی) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تمہیں (عذابِ) الٰہی سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

3:......سادہ لوگ جن کے بارے میں آپ اچھا گمان رکھ سکتے ہیں لیکن ان کی شخصیت انتہائی کمزور اور ان کے افکار متذبذب ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسلام پر اس وقت الزامات کی بوچھاڑ ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ کسی بھی طرح اپنے بارے میں رجعت پسندی اور دقیانوسی کے الزامات کو دور کریں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اندر اسلامی جذبہ اور سوچ انتہائی کمزور پڑ چکی ہے اور مجھے ایسے لوگوں کے بارے خدشہ ہے کہ کہیں وہ آدھے راستے میں ہی اپنے دین کی بنیادی اساسیات سے دستبردار نہ ہو جائیں۔ ایسا اگرچہ وہ دعوت یا اصلاح کی غرض سے کر رہے ہوں لیکن اس کے نتائج سوائے ناجائز مصلحت پسندی کے کچھ نہیں۔ اور یہ بہت ہی خطرناک بات ہے۔

ایک سے زیادہ شادیاں سنت ہے' رخصت نہیں:

جس قدر میں نے چار تک شادیوں کے بارے میں پڑھا ہے تو دلائل کی روشنی میں میرے سامنے یہ بات آئی ہے کہ یہ سنت ہے' رخصت نہیں۔ کیونکہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ان لوگوں کے لیے افضل ہے جن کے پاس مالی اور دیگر وسائل میسر ہیں۔

مستحب ہونے کے دلائل:

1: فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ ﴾

(النساء: 3)

''جو عورتیں تمہیں پسند ہیں دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کرلو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔''

اس آیت میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک شادی کا تذکرہ بعد میں کیا اور

ایک سے زیادہ یعنی: دو' تین اور چار کا تذکرہ پہلے فرمایا ہے، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ بات زیادہ افضل ہے۔ اسی طرح آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک شادی پر اکتفا انصاف نہ کرنے سے خوف کی بنیاد پر اور اگر وہ خوف نہ ہو تو ایک سے زیادہ شادیاں کرنا افضل ہوگا۔ بعض مفسرین نے آیت ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ ''اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے'' کی تفسیر کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد اولاد کی کثرت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سے زیادہ شادیوں اور کثرت اولاد سے گریز اس صورت میں بہتر ہے اگر فقر وفاقہ کا سامنا ہو۔ مفسرین نے دوسرا معنی یہ کیا ہے کہ ﴿تَعُوْلُوْا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تم کہیں فقیر نہ ہو جاؤ۔ اس تفسیر کے مطابق بھی اس انسان کے لیے ایک سے زائد شادیاں افضل ہیں جسے فقر اور غریبی کا ڈر نہ ہو۔

:2 فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ﴾ (النساء: 129)

''تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی کی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو (ایسی حالت میں) چھوڑ دو کہ گویا ادھر میں لٹک رہی ہے۔''

اس آیت میں بھی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ حد تک میلان کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ فطری کمزوری ہے اور چونکہ ایک سے زیادہ شادیوں میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہے اس لیے ایک حد تک میلان کو جائز قرار دیا گیا البتہ تمام بیویوں کے مابین عدل اور مساوات واجب ہے۔

:3 ایک سے زائد شادیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے پسند فرمایا' یہ چونکہ افضل عمل تھا اسی لیے رسول اکرم ﷺ کے لیے اسے پسند فرمایا گیا' جیسا کہ یہ اللہ رب العزت کا اپنے رسولوں کے بارے میں منہج ہے کہ وہ باقی لوگوں کے نمونہ ہوتے ہیں۔ ہمارے

پیغمبر ﷺ کو بھی حکم دیا کہ آپ ان تمام انبیاء کی تعلیمات کی پیروی کریں {فبھدا ھم اقتدہ} ''آپ اس ہدایت کی پیروی کریں جس پر وہ تمام انبیاء چلتے رہے۔'' اور دوسری طرف ہمیں حکم دیا کہ ہم محمد کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی کریں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (الاحزاب: 21)

''تم کو پیغمبر الٰہی کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اُس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔''

ان تمام تر دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا سنت اور افضل عمل ہے، خاص کر ایسے مخصوص حالات اور تناظر میں جس سے یہ اُمت اس وقت گزر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں جس دور سے یہ امت اس وقت گذر رہی ہے' اور جس قدر فتنے اس دور میں ہیں اتنے شائد ہی تاریخ کے کسی دور میں امت کو پیش آئے ہوں۔ آج ان فتنوں میں ہر چیز گڈ مڈ ہوچکی ہے' ہر طرف آزمائشیں ہیں کہ عورتیں بن سنور کر باہر نکل آئی ہیں۔ مسلمان اور کافر عورتوں کے مابین اختلاط بڑھ رہا ہے' حتی کہ بعض مسلمان عورتیں کافر عورتوں کی تقلید میں لگ چکی ہیں' فتنوں والے ممالک کا سفر انتہائی آسان ہوچکا ہے' زنا کے مواقع نوجوانوں کے سامنے علی الاعلان پیش کیے جارہے ہیں۔ اس سارے فتنے میں ذرائع ابلاغ اور ذرائع نقل وحمل بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور فتنوں میں پڑنے کے لیے تمام تر سہولیات میسر ہیں۔ اس دور میں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے خیالات ونظریات کا ازسرِ نو جائزہ لیں اور اس سنت مطہرہ کی طرف رجوع کریں جس سے ہم بہت دور جاچکے ہیں۔

بیویوں کے مابین انصاف اور مساوات:

اسلام نے جب زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک کا حق دوسری کو دے دیا جائے یا اس کا حق دبا دیا جائے بلکہ زیادہ بیویوں کی صورت میں لازم

اور واجب ہے کہ ہر ایک بیوی کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے۔ تمام بیویوں کو رہنا سہنا' نان نفقہ اور لباس کی تمام ضروریات برابر مہیا کرنا خاوند پر لازم ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ﴾ (النساء: 129)

''ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی کی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو (ایسی حالت میں) چھوڑ دو کہ گویا ادھڑ میں لٹک رہی ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝﴾

(النحل:90)

''اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔''

نیز فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

''مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ''[1]

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھے گا تو قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو ڈھلکا ہوا ہوگا۔''

اگر کوئی شخص ایک بیوی کی طرف ہی جھکاؤ رکھتا ہے اور دوسری کی پرواہ تک نہیں کرتا تو اس کے لیے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں ہوگی۔ کیونکہ شریعت نے ایسے لوگوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں دی جو ایک بیوی کی خوشنودی کی خاطر دوسری کی پرواہ

[1] سنن أبی داؤد، رقم الحدیث :2133،صحیح الجامع الصغیر للألبانی، رقم الحدیث : 6515.

کرنا چھوڑ دیتے ہیں یا اس پر ظلم کرتے ہیں اور اس کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے مقررہ تعداد یعنی چار تک ہی اجازت دی ہے اور اس سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اور یہ اجازت بھی ان کو دی ہے جو تمام بیویوں کے حقوق کو ادا کر سکتے ہوں اور ان کے درمیان انصاف کر سکتے ہوں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (المائدۃ: 50)

''جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''

حاصل کلام:...... اے میری بہن! تجھے ان حکمتوں کو ضرور پہچاننا اور جاننا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں پنہاں ہیں اور تجھے ان جھوٹے اور کھوکھلے نعروں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے جن میں تجھے مادر پدر آزادی کی طرف بلایا جارہا ہے۔ کیونکہ یہ نعرے لگانے والے تمہارے کھلے دشمن ہیں، چاہے وہ کتنا بھی اخلاص اور ہمدردی کا اظہار کریں اور یہ دعوی کریں کہ وہ تمہارے حقوق کا دفاع کر رہے ہیں اور تمہاری مدد کر رہے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت میں اسلام کی تعلیمات کے کھلے دشمن ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

(النساء: 27)

''جو لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دُور جا پڑو۔''

یہ لوگ جتنی بھی ہمدردی جتلائیں اور مخلص بن کر آئیں یاد رکھنا یہ عورت کے دشمن ہیں یہ اسے اپنے پھندے میں پھنسانے کے لیے بہانے تراشتے ہیں اور عورت کو اللہ تعالیٰ' دین اور عزت وعصمت سے بیزار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اسے آسانی سے شکار کرسکیں۔ یاد رکھنا جو عورتیں ان کے مکر وفریب کے جال میں ایک بار پھنس جاتی ہیں وہ پھر ساری زندگی ان کی ہوس کی بھینٹ چڑھتی رہتی ہیں اور دھوکہ کھاتی رہتی ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کی ایک سے

زیادہ شادیوں کے خلاف باتیں مان گئی تو عین ممکن ہے کہ تم بغیر شادی کے گھر میں ہی بیٹھی رہ جاؤ اور ایک بیوہ جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤ تو اس وقت تمہاری بے بسی پر وہ مذاق اڑائیں گے۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کرتے ہوئے مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے تاکہ تمہارا کوئی محافظ موجود ہو جو تمہاری خواہشات کا خیال رکھ سکے اور تم اکیلی نہ رہ جاؤ۔ اس لیے اے میری بہن! تجھے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے پر راضی ہونا چاہیے اور اس کی قدرت اور اس کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کی حکمتیں ہمارے لیے کبھی ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی پوشیدہ رہ جاتی ہیں۔ آپ کے لیے یہ ضروری بھی نہیں کہ آپ ضرور کسی کی دوسری' تیسری یا چوتھی بیوی بنیں۔ ہم تو یہاں ایک عام قائدے اور اُصول کی بات کر رہے ہیں کہ بہت ساری عورتوں کے لیے اس پر راضی ہونے میں ہی خیر اور عافیت ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دین پر حملوں اور عورتوں کے خلاف سازشوں میں دن رات مصروف ہیں' ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دوسری شادی کو زنا اور بدکاری سے بھی زیادہ خطرناک ثابت کریں۔ اور میرا غالب گمان ہے کہ ایسے لوگ بدکاری اور بے حیائی سے اجتناب نہیں کرتے لیکن مردوں اور عورتوں کو دوسری شادی سے بیزار کرنے میں لگے رہتے ہیں جبکہ عین ممکن ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں سے مرد و عورت اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کر لیں۔ یہ لوگ دراصل یہ چاہتے ہیں کہ معاشرے میں کنواری' غیر شادی شدہ اور بیوہ و مطلقہ عورتوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو، تاکہ مسلمانوں کے پُر امن گھروں میں فتنہ وفساد عام ہو جائے اور ان کی عورتیں بھی عریاں لباس پہن کر غیر مردوں کے سامنے نکلیں اور انہیں برائی کی دعوت دیں۔

دوسرا شبہ (اشکال)

طلاق کا حق عورت کی بجائے مرد کو کیوں دیا گیا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ شبہ اور اشکال انتہائی کمزور ہے، اس کے بارے میں بہت زیادہ تفصیل کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ بعض منحرف ہونے والے افراد کے ذہنوں میں اس کو راسخ کر دیا گیا ہے اس لیے اس کے بارے میں ہم کچھ تفصیل سے بات کریں گے۔ اس شبہ کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ہم طلاق کے بارے میں عمومی بات کریں گے تا کہ اصل حقیقت سمجھ میں آ سکے۔

طلاق عمومی طور پر ایک مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے لیکن ضرورت کے وقت یہ پسندیدہ کام بن جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن وسنت میں مجبوری کی صورت میں اس کو بطورِ علاج پیش فرمایا ہے لیکن پھر بھی خاوند کو طلاق کے معاملے میں جلد بازی کی بجائے سوچ بچار کر کے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہو جائے اور اولاد ضائع نہ ہو جائے۔ قرآن وسنت نے اس معاملے کو سلجھانے کے لیے کئی مراحل کا ذکر فرمایا ہے:۔

1: عورت کے ساتھ تحمل اور برداشت سے کام لیا جائے: مرد کو حکم دیا گیا ہے کہ عورت کی صرف برائیوں پر نظر رکھنے کی بجائے اس کی اچھائیوں اور خوبیوں پر بھی نظر رکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ⑲﴾ (النساء: 19)

"اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔“

اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ“ [1]

”کوئی مؤمن مرد کسی مؤمن عورت سے کسی بھی صورت میں نفرت نہ کرے کیونکہ اگر اسے اس کے اخلاق میں ایک چیز ناپسند ہوگی تو دوسری بات پسند بھی ہوگی۔“

اگر ہر مرد اس نصیحت پر عمل کرے کہ اپنی بیوی کے نقائص کی بجائے اس کے اچھے کاموں اور اچھی باتوں کی طرف دھیان دے تو اس کی زندگی بہترین گزرے گی۔ کیونکہ میاں بیوی کے تعلقات میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی بنتی ہے کہ اچھائیوں کی بجائے برائیوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔

2: اگر خاوند اور بیوی کے مابین دوریاں زیادہ پیدا ہو جائیں تو اللہ رب العزت نے اس کو ختم کرنے کے لیے جستجو کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا﴾ (النساء: 34)

”جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) اُن کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر اُن کیساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بیشک اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔“

قرآن کریم نے عورتوں کی اصلاح کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھانے کی ہدایت کی ہے:

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث: 1469.

(الف) وعظ و نصیحت:..... یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرانا اور خاوند کے حقوق اور اچھی عائلی زندگی گزارنے کے حوالے سے اسے یاد دہانی کرانا اور یہ بتانا کہ ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا اجر و ثواب ہے اور نافرمانی کی صورت میں کتنا عذاب ہے۔

(ب) بستر علیحدہ کرنا:..... بستر علیحدہ کر لینا اور اگر ایک ہی بستر پر ہے تو بیوی کی طرف پیٹھ کر کے سو جانا' تا کہ اسے احساس ہو سکے۔ اس کام کے لیے کسی بھی قسم کی جسمانی ایذا نہیں دینی چاہیے کیونکہ ذہنی اذیت ہی کافی ہے۔

(ج) معمولی جسمانی سزا:..... اس کے بارے ہم آگے چل کر تفصیل سے بات کریں گے۔ البتہ یہاں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ عورت کو سمجھانے کے لیے جن تدابیر کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے معمولی جسمانی سزا سب سے آخری حربہ کے طور پر اختیار کی جائے۔

3: تیسرے مرحلے میں دونوں جانب سے مصالحت کے لیے ثالث مقرر کئے جائیں اور یہ آخری مرحلہ ہے جب دونوں میاں بیوی مل کر مسئلہ حل نہ کر سکیں تو اپنی اپنی جانب سے کسی کو ثالث مقرر کر دیں جو ان کے درمیان فیصلہ کروا دیں۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۝﴾ (النساء: 35)

''اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ میاں بیوی میں اَن بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ اُن میں موافقت پیدا کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔''

قرآن کریم نے طلاق اور جدائی سے پہلے ان تمام تر وسائل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیا جائے اور خاندان کو ٹوٹنے سے بچا لیا جائے۔ لیکن اگر کوئی چارہ کار نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کا راستہ دیا ہے کہ دونوں جدا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے

غیب کے خزانوں سے مدد فرمائیں گے اگر وہ تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور شریعت کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لیے بہتری کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمانِ ربانی ہے:

﴿ وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ۝ ﴾

(النساء:130)

''اور اگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہو سکے اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی دولت سے غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور حکمت والا ہے۔''

یہ ہے وہ طلاق جس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے۔ اور طلاق کے راستے میں اتنی شرطیں اور پابندیاں رکھ دی ہیں کہ کہیں عورت کسی بیوقوف مرد کے ہاتھوں کھلونا بن کر نہ رہ جائے اور اس لیے بھی یہ پابندیاں لگائی گئی ہیں کہ مرد اپنی عقل کو استعمال کرے اور محض جذبات میں آ کر فیصلہ نہ کرے اور نہ ہی کسی خواہش کے نتیجے میں یہ انتہائی اقدام اٹھائے۔ اسلام ایسی صورت میں قطعاً طلاق دینے کی تائید نہیں کرتا کہ مرد عورت کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دے یعنی ایک مدت تک اس کے ساتھ مزے لے اور پھر اسے پرانے کپڑے کی طرح پھینک دے۔

طلاق کا اختیار عورت کی بجائے مرد کے پاس کیوں ہے؟

اس فضول قسم کے شبہ اور اشکال کی طرف آتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی بجائے مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا ہے؟

پہلی بات یاد رکھیں کہ طلاق کے ذریعے کوئی مصالحت تو نہیں ہوتی بلکہ اس سے دونوں کے مابین جدائی ہوتی ہے۔ اگر طلاق کا اختیار مرد اور عورت دونوں کو دے دیا جاتا تو ایک تماشا بن کر رہ جاتا کہ دونوں ایک دوسرے سے اس بارے میں بھی سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ طلاق کا اختیار عورت کو اس لیے بھی نہیں دیا گیا کہ عورت عام طور پر جذباتی انداز میں

فیصلے کرتی ہے۔ اور عورت اپنے جذبات کی رو میں بہت جلد بہہ جاتی ہے اور عقل کی بجائے جذبات پر زیادہ اعتماد کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عام طور پر عقلی طور پر زیادہ پختہ ذہن کا مالک ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں میں ایسا نہیں ہوسکتا' لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ مرد عام طور پر جذبات کی بجائے عقل ودانش سے فیصلے کرتا ہے۔

یہ بات طے ہے کہ اگر طلاق کا اختیار عورت کے پاس ہوتا تو عورت مرد سے ابتدائی دس دنوں میں ہی عام طور پر علیحدہ ہوجاتی' اور یہ کام ہر روز کا معمول بن جاتا اور گھر بسنے کی بجائے تباہ وبرباد ہوجاتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے دونوں شریک حیات میں سے عقلی اعتبار سے زیادہ مضبوط شخص یعنی خاوند کو طلاق کا اختیار دیا تاکہ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہو اور ایک بہترین گھرانہ اور خاندان پروان چڑھ سکے اور معاشرہ تشکیل پا سکے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے بعض قوانین میں اس وقت یہ مطالبہ سامنے آرہا ہے کہ طلاق کا حق خاوند کو نہیں بیوی کو دیا جانا چاہیے' یہ دراصل فطرت اور دین فطرت سے انحراف ہے جس کی وجہ سے آج انسانیت گراوٹ کی آخری کھائی میں گر چکی ہے اور اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بن رہی ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں ایسی چیزوں کا ہونا کوئی بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ ان کے قوانین میں بھی اسی طرح کی گراوٹ پائی جاتی ہے جیسے ان کے افکار اور نظریات میں گراوٹ پائی جاتی ہے۔

خاندان کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے اللہ تعالی نے جہاں طلاق کا حق مرد کو دیا ہے وہیں پر اس کے لیے کئی پابندیاں بھی لگائی ہیں کہ حیض کے ایام میں طلاق نہ دے اور نہ حیض کے بعد اگر مباشرت کر چکا ہو تو اس دورانیے میں طلاق دے۔ اسی طرح ایک ہی مجلس میں یکبارگی میں تین طلاقیں نہ دے بلکہ وقفے وقفے سے دے تاکہ درمیان میں رجوع ممکن ہوسکے۔ شریعت نے عدت کا دورانیہ اسی غرض سے رکھا ہے تاکہ اس دوران دونوں فریق سوچ سمجھ لیں اور اپنے معاملات کا ازسرِنو جائزہ لے لیں۔ اسی طرح شریعت نے عورت کو عدت کے دوران اسی گھر میں رہنے کا حکم دیا ہے اور دورانِ عدت خاوند کے گھر کو ہی اس کا گھر قرار دیا ہے تاکہ

شاید مرد جب اسے دوبارہ دیکھے تو اس کے دل میں رجوع کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ رجوع کر کے دوبارہ سے معمول کے مطابق زندگی گزار سکے۔

جن ممالک نے طلاق پر پابندیاں لگائیں وہی بحال کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں:

اسلامی احکامات اور شریعت کی عظمت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے نہ صرف انسانی حقوق کی حفاظت کی بلکہ اس کی بالادستی کے لیے تمام تر انتظامات فرمائے۔ جبکہ دوسری جانب صرف دعوے کرنے والے کافر مغربی ممالک نے جب طلاق کے لیے سخت ترین پابندیاں لگائیں تو آج وہی ان پابندیوں کے اُٹھانے کے بارے زور شور سے مطالبہ کر رہے ہیں تاکہ نباہ نہ ہونے کی صورت میں دونوں آپس میں مجبوری کے بندھن میں جکڑے رہنے کی بجائے طلاق کے ذریعے اچھے طریقے سے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ اسلام نے اس بنیادی حق کو پہلے ہی واضح کر کے انسانی حقوق کی پامالی کا راستہ بند کر دیا تھا جبکہ ان ممالک میں ایسی پابندیاں لگائی گئیں جن کی وجہ سے حالات میں بگاڑ پیدا ہوا۔ جب مرد کے پاس سے طلاق کا اختیار لے لیا گیا تو اس نے کسی عورت سے نباہ نہ ہونے کی صورت میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اسے قتل کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ اور اگر صورتحال قتل تک نہ پہنچی تو خاوند اور بیوی ایک دوسرے سے خیانت کا ارتکاب کرنے لگ گئے جس سے معاشرے میں انارکی پھیلنا شروع ہو گئی۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ بعض عقل کے اندھے اسلامی ممالک میں بھی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ طلاق کو عورت کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ ایسا مطالبہ کرنے والوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور شریعت کے احکامات کی حکمت کو سمجھنا چاہیے کہ عورت کے ہاتھ میں طلاق دینا کوئی مسئلے کا حل نہیں بلکہ بگاڑ کا باعث ہے۔

طلاق کے بعد؟

طلاق کے بعد مطلقہ عورت کے حقوق کے بارے میں جو ہدایات اسلام نے دی ہیں ویسی تعلیمات کسی بھی مذہب یا قانون میں نہیں ملتیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ عدت کے دوران عورت اپنے اسی گھر میں رہے جہاں وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہائش پذیر تھی کیونکہ

شریعت اسلامیہ نے عدت کے دوران اس گھر کو ہی عورت کا گھر کا قرار دیا ہے۔ اسی طرح عدت کے دوران تمام تر نان نفقہ کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈالی گئی ہے کہ وہی عورت کو مہیا کرے گا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ج وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ج لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ط وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ ﴾

(الطلاق: 1)

''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرو (نہ تو تم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے!) تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔''

اللہ تعالی نان نفقہ کی ذمہ داری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ط لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ط سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع ﴾

(الطلاق: 7)

''صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد

کشائش بخشے گا۔"

رہائش مہیا کرنے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ﴾

(الطلاق: 6)

"(مطلقہ) عورتوں کو (ایام عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو۔"

یہ ساری چیزیں اولاد کے اخراجات کے علاوہ ہیں کیونکہ اولاد کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھانا حسب طاقت باپ ہی کی ذمہ داری ہے' کیونکہ اسلام میں طلاق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صلہ رحمی کی تمام تر جڑوں کو کاٹ دیا جائے جیسا کہ بعض عقل سے عاری لوگ سمجھتے ہیں۔ طلاق کے ذریعے صرف خاوند اور بیوی کے مابین ازدواجی تعلق ختم ہوتا ہے باقی دو خاندانوں کے مابین تعلقات کو یکسر ختم نہیں کر دینا چاہیے بلکہ ان کے مابین صلہ رحمی کا تعلق برقرار رہنا چاہیے۔

طلاق میں دوسرے فریق کا نقصان پہنچانے کی حرمت:

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ ﴾ (الطلاق: 6)

"ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔"

اس آیت کریمہ میں طلاق کے معاملے میں نقصان یا تکلیف دینے کو منع کیا گیا ہے۔ اس نقصان کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے اور جب عدت ختم ہونے کے قریب آئے تو اس سے رجوع کرلے تا کہ پھر کچھ وقت گذرنے کے بعد اسے طلاق دے سکے اور جونہی عدت

کے ختم ہونے کا وقت آئے تو پھر رجوع کر لے۔ اور وہ یہ سب کچھ عورت کو تنگ کرنے کے لیے کر رہا ہو تو اس آیت میں اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں عدت کا دورانیہ بہت طویل جاتا ہے بالخصوص اگر ایک حاملہ عورت کے ساتھ مرد اسے تنگ کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ کر رہا ہو۔ عورت کو تنگ کرنے کی حرمت اس لیے ہے کہ:

1: عورت کے لیے دوسری شادی کرنے کے معاملے میں خوامخواہ کی تاخیر ہو جاتی ہے۔

2: معاشرے میں غیر شادی شدہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالی نے غیر شادی شدہ عورتوں سے شادی کا حکم دیا ہے۔

رجوع میں رکاوٹ ڈالنے کی ممانعت:

مرد اگر عدت کے دوران اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو رکاوٹ نہیں ڈالی جانی چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرۃ:232)

"جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور اُن کی عدت پوری ہو جائے تو اُن کو دوسرے شوہروں کیساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔"

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے طلاق کے بعد یا عورت خاوند کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے کیونکہ یہ ان کا حق ہے اگر وہ چاہیں تو رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں کتنا اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ خاندان نہ بکھرے۔ اس آیت میں عورت کے سرپرستوں اور ولیوں کو منع کیا گیا ہے کہ اگر ان کے زیر سایہ رہنے والی مطلقہ عورت طلاق رجعی کے بعد رجوع کرنا چاہے تو تم رکاوٹ نہ بنو۔

عورت کو اس کے حقوق سے محروم کرنے کے لیے تنگ کرنے کی ممانعت:

اسی طرح خاوند کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے حقوق سے محروم کرنے کے لیے تنگ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ ﴾ (الطلاق: 6)

''ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔''

کیونکہ بعض اوقات کچھ بخیل اور کنجوس لوگ عورت کے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہتے اور اسے طلاق بھی نہیں دیتے اور اسے تنگ کرتے ہیں تاکہ وہ خود ہی اپنے حق مہر سے دستبردار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ حق مہر عورت کا حق ہے اسے دیا جانا چاہیے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ ﴾ (النساء: 20، 21)

''اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنی چاہو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ مت لینا۔ بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اُس سے واپس لو گے؟ اور تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کیساتھ صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہد واثق بھی لے چکی ہیں۔''

یعنی اگر کوئی مانع نہ ہو تو شریعت نے عورت کو حق مہر سے محروم کرنے کی اجازت نہیں دی چاہے وہ حق مہر ایک بہت بڑا خزانہ ہی کیوں نہ ہو۔

خلع میں عورت کی حق مہر سے دستبرداری:

عورت کو حق مہر سے محروم کرنے کی ممانعت کا یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت کے لیے مرد کے ساتھ گذارا کرنا ناممکن ہو گیا ہے تو وہ حق مہر سے دستبردار ہو کر طلاق نہیں لے سکتی۔ بلکہ وہ

ضرورت کے تحت مال دے کر یا حق مہر سے دستبردار ہو کر طلاق لے سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں ایک باغبان کے واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ اس کی عورت نے جب خلع کا دعویٰ کیا اور اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ اگر وہ طلاق دے تو کیا تم اسے اس کا باغ واپس کردو گی؟ اس نے کہا: ہاں۔ قرآن کریم کی اس آیت کا بھی یہی مقصود ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ﴾ (البقرہ: 229)

”ہاں اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو (دونوں پر) کچھ گناہ نہیں۔“

حق مہر واپس لینا:

خاوند کے لیے اس صورت کے علاوہ جائز نہیں کہ وہ عورت سے دیا ہوا حق مہر واپس لے سکے۔ یعنی اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی شرعی سبب کے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے حق مہر واپس کرنا ہوگا۔ اس کے لیے کوئی اور صورت نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ عورتوں کے اس حق کے بارے میں زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں کہ عورت کو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ وہ چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے حق مہر سے دستبردار ہو جاتی ہے، وہ وہی حق مہر کسی دوسری عورت کو دے کر اس سے شادی رچا لیتے ہیں۔

عورت کے ساتھ سختی اور بے رخی:

اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نفرت کرنے لگ جاتی ہے تو کچھ لوگ عورت کو ایک طویل مدت کے لیے اس کے حقوق سے محروم کر دیتے ہیں کہ نہ وہ مطلقہ ہوتی ہے اور نہ بیوی ہوتی ہے۔ مرد نے نہ نان ونفقہ مہیا کرتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایسا ایک طویل عرصے کے لیے کرنے سے قرآن کریم نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم عورت کو لٹکی

ہوئی نہ رہنے دو۔ فرمایا:

﴿ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾ (النساء: 129)

''تم اس عورت لٹکی ہوئی نہ چھوڑ دو''

کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالی کے اس فرمان کے بھی خلاف ہے جس میں اللہ تعالی نے اچھے طریقے سے معاملہ نپٹانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا:

﴿ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ (البقرة: 229)

''پھر (عورت کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کیساتھ چھوڑ دینا ہے۔''

نکاح حلالہ:

بعض لوگ نکاح حلالہ کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ ایک مذاق ہے کہ عورت کو طلاق بائن کے بعد اس کے سابقہ خاوند کی طرف رجوع کے لیے وقتی طور پر کسی اور کے ساتھ بیاہ دیا جائے۔ کیونکہ اس میں عورت کی تذلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَعَنَ رَسُولُ اللهِ الْمُحِلَّ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ''[1]

''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

حلالہ کے ذریعے یاد رکھنا عورت اپنے سابقہ مرد کے لیے حلال نہیں ہوسکتی سوائے اس صورت کے کہ اس کی شادی کسی دوسرے مرد سے ہو اور ان کے مابین ازدواجی تعلقات قائم ہوں اور پھر ان کے درمیان کسی وجہ سے نباہ نہ ہو سکے تو وہ عورت اپنے سابقہ مرد کی طرف رجوع کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا:

[1] مسند الإمام أحمد: 42/14، رقم الحديث: 8287۔ اس کی سند ''حسن'' ہے۔

"أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ، وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ" ❶

"شاید تم رفاعہ (اس عورت سابقہ شوہر کا نام) کے پاس واپس جانا چاہتی ہو' ایسا نہیں ہوسکتا جب تک تم اس کا شہد نہ چکھ لو اور وہ تمہارا شہد نہ چکھ لے۔"

یہاں اس حدیث میں خاوند اور بیوی کے ازدواجی تعلقات کو شہد سے تشبیہ دی گئی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہمبستری کے ذریعے لطف اندوز ہوں۔

نکاح متعہ:

اس سے مراد ایک مقررہ مدت کے لیے نکاح ہے۔ جیسے کہ کوئی مرد کسی عورت سے ایک ہفتے' ایک مہینے' اس سے کم یا زیادہ مدت کے لیے شادی کرتا ہے اور پھر اسے طلاق دے دیتا ہے۔ نکاح متعہ کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ یہ حرام ہے۔ اس کی حرمت کا راز یہ ہے کہ عورت کی قدر و قیمت برقرار رہے اور وہ ایک کھلونا بن کر نہ رہ جائے۔ اگر اس طرح کا نکاح جائز قرار دے دیا جائے تو مرد عورت کے ساتھ صرف جنسی خواہش پوری کریں اور اس کو چھوڑ دیں اور کوئی بھی بچے پیدا نہ کرے۔

نکاحِ شغار (وٹہ سٹہ):

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا نکاح کرنا حرام ہے جو وٹہ سٹہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور عورت کو اس کے حق مہر سے محروم کیا جاتا ہے' کیونکہ اس میں عورت کی تحقیر اور تذلیل ہے اور اس کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ہے۔ اکثر ایسی صورت میں اس کی بلا جوڑ مرد کے ساتھ شادی کردی جاتی ہے۔ وٹہ سٹہ کی شادیوں میں بدلے میں رشتہ دیا یا لیا جاتا ہے۔ اس نکاح میں حق مہر کی ادائیگی بھی ہو لیکن اگر مشروط رشتہ دیا یا لیا جاتا ہے تو یہ حرام ہے۔ یہ نکاح فاسد ہوگا کیونکہ اس میں عورت کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے اور اس کی عزت و تکریم پر حرف آتا ہے۔

حاصلِ کلام:...... اے میری بہن! اب تمہیں اس جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث :2639،صحيح مسلم، رقم الحديث :1433.

نہیں ہونا چاہیے۔ اب اسلام کا صحیح تصورِ طلاق تمہارے سامنے آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسے مرد سے جدائی کے لیے ایک شرعی اور باوقار طریقہ کار بتلا دیا ہے اگر تم کسی مرد کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو تم اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے یہ آسانی پیدا فرما دی ہے۔ اس لیے تمہیں اس پروپیگنڈے سے کسی بھی صورت میں متاثر نہیں ہونا چاہیے جس کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام میں تمہارے حقوق سلب کیے گئے ہیں۔ جبکہ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے کہ اسلام نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور اس کے لیے ایک نظام مرتب کیا ہے تا کہ کوئی ظالم شخص عورت کے حقوق کو سلب نہ کر سکے اور طلاق کے لیے ایک نظام مرتب کیا ہے اور طلاق کا حق مرد کے ہاتھ میں دینے کی شرعی حکمتیں آپ کو معلوم ہو چکی ہیں۔ اس لیے بحیثیت مسلمان عورت آپ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴾ (الاحزاب: 36)

”کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ“ [1]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی

[1] السنة لابن أبي عاصم، رقم الحديث :15، شرح السنة للبغوی، رقم الحديث: 104.

خواہشات اس دین کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لے کر آیا ہوں۔''

طلاق کا اختیار مرد کو دینے میں اللہ تعالی نے حکمت رکھی ہے اور اسے حق مہر کے ساتھ مشروط کیا ہے' اس لیے یہ اختیار عورت کو نہیں دیا جاسکتا۔ اصل میں عورت جب دین اور شریعت کے معاملات میں اللہ کے دشمنوں کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن پروپیگنڈے پر توجہ دیتی ہے تو وہ پھر اس کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ صرف نچاتے ہیں بلکہ بڑی بے رحمی کے ساتھ اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اسلام کے آخری کنارے تک پہنچا دیتے ہیں جہاں پہنچ کر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوسکتی ہے۔ اس لیے میری نصیحت ہے کہ اے میری بہن! تو ان کے دھوکے میں مت آنا، ورنہ اپنا خیال رکھنے والے خاوند سے محروم ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ دین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

تیسرا شبہ (اشکال)

عورت اور اس کی گواہی

بعض دشمنانِ دین اسلام کے خلاف یہ اشکال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف کیوں ہے اور بعض معاملات میں عورت کی گواہی کو کیوں کر قبول نہیں کیا جاتا؟

ہم اس اشکال کا جواب دو حصوں میں دیں گے:

پہلا حصہ:...... اللہ تعالی نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ (البقرۃ: 282)

''اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔''

اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی سے نصف کیوں قرار دیا؟ کیا عورت ایک قابل احترام انسان نہیں ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالی نے ارشاد فرما دیا ہے:

﴿ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ (البقرۃ: 282)

''اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں جلدی بھول جاتی ہے۔ اس آیت

میں لفظ ضلال سے مراد بھولنا ہے۔ اسی طرح عورت حقیقت پسندی سے زیادہ جذبات سے کام لیتی ہے اور اس کی گھریلو مصروفیات بھی بہت ہوتی ہیں۔ اس لیے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا۔

دوسرا حصہ:...... اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدود اور فوجداری مقدمات میں عورت کی گواہی کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا؟

اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ عورت کمزور جذبات کی مالک ہوتی ہے اور اس کی شخصیت میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ جرائم کو ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی اور کسی بھی جرم کو دیکھ کر بہت جلد رونے لگ جاتی ہے۔ وہ جتنی بھی بہادر ہو وہ جرائم سے جڑے ہوئے واقعات کا صحیح مشاہدہ نہیں کرسکتی۔ اسلام نے ان معاملات میں عورت کی کمزوری اور حالات کی بنیاد پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت سے صرفِ نظر کیا ہے۔ کیونکہ ایسے مقدمات میں گواہی دینے میں اسے عدالتوں اور کچہریوں کے دھکے کھانے پڑیں گے جو کہ عورت کے بنیادی حقوق کی صریحاً پامالی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر فوجداری مقدمات میں عورت کی گواہی قبول نہیں ہوتی تو بہت ساری عورتوں سے متعلق مقدمات اور تنازعات ایسے بھی ہیں جہاں مردوں کی بجائے صرف عورت کی گواہی قبول کی جاتی اور مرد کی نہیں قبول کی جاتی' جیسے حمل اور کنوارہ پن وغیرہ سے متعلق مسائل اور مقدمات۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ گواہی ایک ذمہ داری اور بوجھ ہے یہ کوئی عزت اور فخر کی بات نہیں ہے' اس لیے اس میں عورت کی شان پر اس بات سے کوئی حرف نہیں آتا کہ بعض معاملات میں اسے تکلیف سے بچانے اور الجھاؤ سے بچانے کے لیے شریعت نے گواہی سے دور رکھا ہے۔ کیونکہ عورت کا کام عدالتوں کے چکر لگانا نہیں بلکہ اس کی ذمہ داریاں اور بہت ہیں جن کا اسے ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے اور گھر کے معاملات کو سنوارے اور عدالتوں میں گواہی کے لیے پابند کرنے کی صورت میں وہ اپنے گھر پر توجہ نہیں دے سکتی بلکہ اسے آئے روز عدالت کے چکر لگانا پڑیں گے۔

چوتھا شبہ (اشکال)

عورت کی آزادی پر پابندی

اعتراض کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اسلام عورت کی آزادی پر پابندی لگاتا ہے۔ عورت کو وہ تمام تر حقوق نہیں دیتا جو اس نے مرد کو دے رکھے ہیں' عورت کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا' عورت کو اپنی مرضی سے کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا، عورت کو مردوں سے اختلاط کی اجازت نہیں دیتا ہے اور بعض پیشے اختیار کرنے سے روکتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

اس اعتراض کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلام عورت کی جسمانی اور فطری کیفیت کے مطابق اسے صرف انہی کاموں کی ذمہ داری دیتا ہے جن کو وہ آسانی سے پورا کر سکے۔ اسلام عورت کی فطرت اور جبلت کے مطابق جانتا ہے کہ وہ کس طرح کی ذمہ داریوں کو نباہ سکتی ہے۔ اسلام نے جب عورت کو بے مقصد باہر گھومنے سے منع کیا ہے تو اس میں بھی اسلام نے عورت کی دینی اور اخلاقی اعتبار سے حفاظت کے لیے ایسا کیا ہے کہ کہیں کوئی اس کے دین اور اس کے عزت پر حرف نہ اٹھا سکے اور اسے باہر نکل کر خطرات کا سامنا نہ کرنا پڑے کیونکہ آج ہم دیکھ رہے کہ ہوس کے پجاری مرد بھوکے بھیڑیوں کی طرح عورتوں کے شکار کے لیے کس طرح دندناتے پھر رہے ہیں۔

عورت کی عزت اور اس کے حقوق کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں رہے۔ اسلام نے مرد کو کمانے کا ذمہ دار بنا کر باہر بھیجا ہے تا کہ وہ گھر کی ضروریات کو پورا کرے۔ عورت کو گھر میں سب سے اہم ترین ذمہ داری دی گئی ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کرے اور انہیں اعلیٰ اخلاق سکھائے۔ اسلام نے مرد کو ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ تمام

مالی وسائل عورت کو گھر میں مہیا کرے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو عورت کو چھوڑ دے۔ اسلام نے حقیقت میں ذمہ داریوں کو مرد و عورت کے درمیان منصفانہ طریقے سے دونوں کی صلاحیتوں کے مطابق یوں تقسیم کیا ہے کہ ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرے۔ اللہ تعالی نے اسی مصلحت اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ (النساء: 34)

''مرد عورتوں پر سربراہ ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

یہ مرد کے ذمہ داری بیان ہوئی ہے اور عورت کی ذمہ داری آیت کے اگلے حصے میں یوں بیان فرمائی:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (النساء: 34)

''تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور اُن کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں۔''

مرد وزن کے اختلاط کو اسلام اس لیے منع کرتا ہے کہ اس سے صرف مرد اور خواتین ہی متاثر نہیں ہوتیں بلکہ اس سے پورا معاشرہ تباہ ہوتا ہے اور نسلیں برباد ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس سے زنا کی بیماری عام ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (النور: 27)

''مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور اُن کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔''

اس کا واضح مطلب ہے کہ ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں علیحدہ رہے اور حدیث میں

بھی حکم ہے:

"لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ" ❶

"عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے گریز کرو۔"

مردوزن کا اختلاط چاہے سڑک پر ہو، چاہے تعلیمی اداروں میں، چاہے دفاتر میں ہو، کہیں بھی ہو، یہ اختلاط دونوں کے لیے خطرناک ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ اسلام عورت کی عزت اور وقار کا بھرم قائم رکھنے کے لیے ایسے احکامات دیتا ہے تا کہ عورت جھوٹے نعرے لگانے والوں کے دامِ فریب میں نہ پھنس سکے جو عورت کو اخلاقیات اور عزت وعصمت سے عاری کر کے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لیے بہانے تراشتے ہیں۔ اگر شریعت کی یہ پابندیاں نہ ہوتیں تو یہ درندے ان معصوم عورتوں کو نوچ کھاتے جیسا کہ ان معاشروں میں ہو رہا ہے جہاں عورت ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکی ہے۔

ہر پیشہ خواتین کے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ عورت کے جسم کی نزاکت بہت سارے کاموں کو برداشت نہیں کر سکتی اور اسی طرح کئی ایسے پیشے بھی ہیں جن کو اختیار کرنے سے عورت کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ جو لوگ عورتوں کے لیے تمام تر کاموں اور پیشوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ دراصل ایک ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جس کی عورت میں طاقت ہی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ان لوگوں پر واضح ہیں جو ان ممالک میں رہائش پذیر ہیں جہاں عورت ذلت ورسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکی ہے اور عورت کارخانوں اور بازاروں میں روزی کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی ہے۔

مرد کی سربراہی:

اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ عورت کی بجائے مرد کو کیوں کر قوام (سربراہ/نگہبان) بنایا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ (النساء: 34)

❶ صحیح البخاری، رقم الحدیث :3006، صحیح مسلم، رقم الحدیث :1341.

"مرد عورتوں پر سربراہ ہیں۔"

دراصل یہ لوگ مرد کی اس حیثیت کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکے۔ یہ کوئی اعزاز نہیں بلکہ یہ تو ذمہ داری ہے، کیونکہ منصب قوامیت (سربراہی/نگہبانی) کا تقاضا یہ ہے کہ مرد مسلسل محنت کرکے گھر والوں کے لیے رزق کمائے' کیونکہ نان نفقہ اور گھر کی ضروریات کو پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے' اور عورت کسی بھی طور پر کمانے کی ذمہ دار نہیں ہے چاہے عورت کتنی بھی مالدار کیوں نہ ہو!۔ پھر یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ مرد کو سربراہی اور نگہبانی کا منصب اس لیے بھی دیا گیا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرتا ہے اس کے نان نفقہ کا بندوبست کرتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ مرد کو اور بھی کئی امتیازات اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ مرد کی فضیلت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عورت بے وقعت ہے بلکہ عورت کا اپنا مقام ومرتبہ ہے جس پر وہ فائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ ﴾

"مردوں کو ان عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔"

اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

﴿ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۚ ﴾

"مرد عورت کی طرح نہیں ہوتے۔"

اللہ تعالیٰ نے جو مقام مرد کو عطا فرمایا ہے اس کے لیے عورت کو دوڑ نہیں لگانی چاہیے کیونکہ ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ومرتبہ ہے جسے شریعت نے متعین فرما دیا ہے۔

پانچواں شبہ (اشکال)

وراثت کے مسائل

شور وغوغا کر کے اسلام کے بارے میں شبہات اور اشکالات پیدا کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اسلام نے وراثت کے معاملے میں بھی عورت پر ظلم کیا ہے کہ اسے مرد سے نصف حصہ دیا ہے۔ کیا عورت انسان نہیں ہے؟ کیا اس کی معاشی اور معاشرتی ضروریات نہیں ہیں؟

اس اعتراض کا جواب ہم ذیل میں چند نکات کے اندر دیں گے:

1: جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے سے قبل تک عورت وراثت سے مکمل طور پر محروم تھی' اسے مرنے والے کے مال میں کچھ بھی وراثت میں نہیں ملتا تھا چاہے اس کا مرنے والے سے کتنا بھی قریبی رشتہ ہو۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا۔ اور اس ضمن اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾

(النساء: 7)

''جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مریں، تھوڑا ہو یا بہت، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے (اللہ کے) مقرر کیے ہوئے ہیں۔''

قرآن کریم کی یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا گیا۔ اس آیت میں بڑے شد و مدّ سے یہ حکم دیا گیا کہ عورت بھی وراثت میں شریک ہوگی۔ اس بات کا اندازہ ان دو باتوں سے ہوتا ہے۔

پہلا پہلو:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چاہے حصہ تھوڑا ہو یا زیادہ عورت کو حصہ ضرور دیا جائے' حتیٰ کہ اگر سوئی بھی مرنے والے نے چھوڑی ہے تو اس میں سے بھی عورت کو حصہ دیا جائے۔

دوسرا پہلو:...... فرمانِ الٰہی ہے کہ ''عورت کا حصہ مقرر ہے'' اس میں عورت کے حصے کی تاکید کی گئی ہے۔ پہلے ادوار میں عورت پر ہونے والے مظالم کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی کیا گیا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے قبل عورت کی کیا حیثیت تھی؟!۔ جب یہ حقیقت ہے تو یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ وہ دین جو عورت کو سب سے پہلے وراثت میں حصہ دار ٹھہرائے وہی دین عورت کے حق میں ظلم کا ارتکاب کرے۔

مزید برآں! اسلام سے قبل دنیا میں عورت کی حیثیت ایک سامان متاع کی تھی کہ وہ بھی وراثت کے طور پر تقسیم ہوتی تھی۔ اس وقت یہ رواج تھا کہ مرنے والے کے بیٹے ہی ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے یا سبقت لے کر اس کو حاصل کرنے کی جستجو کرتے اور جو اس پر اپنی چادر پہلے ڈال دیتا وہی اس کا وارث بن جاتا' پھر وہ اسے جیسے چاہتا استعمال کرتا۔ اس معاملے میں بھی قرآن کریم نے واضح احکامات جاری کیے اور عورت پر ہونے والے اس ظلم کو روکا اور فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ط وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ج﴾ (النساء: 19)

''مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روک رکھنا۔ ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں (تو روکنا نامناسب نہیں)''

اسلام کے اس واضح اعلان کے بعد عورت کو آزادی ملی اور وہ اپنے اختیار سے تصرفات

کرنے کے قابل ہوئی اور پھر اسے پچھلی آیت کی رو سے وراثت میں بھی حصہ دار بنایا گیا۔ گویا کہ اسلام ہی وہ دین برحق ہے جس نے عورت کو اس دور کی جاہلیت کے چنگل سے آزاد کرایا اور یہی وہ دین ہے جو آج کی جدید تہذیب کے روپ میں چھپی جاہلیت کے چنگل سے عورت کو آزاد کرا سکتا ہے۔

:2 ہم ان فریب خوردہ لوگوں سے کہتے ہیں جو ان کھوکھلے دعوؤں کو سچا سمجھ لیتے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے نکلنے والی باتوں کو سوچتے نہیں ہیں اور قرآن کریم کی آیات پر غور نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اسلامی تہذیب وثقافت کے علاوہ معاشرتی حالات وواقعات سے بھی واقف ہیں۔ دراصل وراثت میں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ دینے میں بڑی حکمت پنہاں ہے۔ مرد چونکہ مالی وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے اس لیے اسے زیادہ حصہ دیا گیا جبکہ عورت وسائل فراہم کرنے کی ذمہ دار نہیں ہے' پھر بھی اسلام نے اس کے حق سے زیادہ حصہ اسے دیا ہے۔ اسلامی شریعت میں مرد اکیلا ہی حق مہر' رہائش' نان نفقہ اور ضروریات زندگی مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے اور مرد کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ضروریات کا بندوبست کرے۔ ہم فرض کریں کہ اگر ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور وہ پیچھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ورثاء میں چھوڑ کر جاتا ہے۔ اب اگر لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جاتا ہے اور دونوں کی شادی ہو جاتی ہے تو لڑکے کے ذمہ ہے کہ وہ حق مہر' گھر کے اخراجات اور نان ونفقہ مہیا کرے جبکہ لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو اس سے ایسا کوئی مطالبہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے خاوند سے حق مہر بھی لے گی اور تمام تر وسائل کی فراہمی بھی اس کے خاوند کی ذمہ داری ہوگی۔ گویا کہ لڑکی کو تو اپنے فوت شدہ باپ کی وراثت میں سے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی جبکہ لڑکے کے اوپر تمام تر ذمہ داریاں آجاتی ہیں' کیونکہ اس کے گھر میں آنے والی بیوی اس سے تمام چیزوں کا مطالبہ کرے گی اور اسے وہ چیزیں بہم پہنچانا ہوں گی۔

اس طرح دیت کے معاملے میں بھی دیکھیں کہ اگر کسی مرد یا عورت سے کوئی قتل غلطی سے ہو جائے جسے قتل خطأ کہا جاتا ہے تو عورت کو مرد سے نصف دیت دینا پڑتی ہے۔ اسی طرح

تمام تر فوجداری معاملات میں عورت پر ذمہ داری مرد کی نسبت سے نصف آتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مرد کا حصہ عورت سے کوئی زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مرد کو زیادہ حصہ دیا گیا ہے تو اسے کئی مالی ذمہ داریاں بھی دی گئی ہیں جبکہ عورت کو حصہ دیا گیا تو اس پر کسی بھی طرح کی کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے۔

3: ہمارا علم انتہائی محدود ہے اس لیے ہم اللہ تعالی کی شریعت کی تمام تر حکمتوں کو نہیں جان سکتے کہ جس نے وراثت کے اس نظام کو ہمارے لیے مرتب فرمایا اور اسے ہمارے لیے بہترین نظام قرار دیا۔ اسی لیے اس نظام کی ترتیب کو انسانوں پر نہیں چھوڑا بلکہ ازخود اسے ترتیب دیا کیونکہ وہ خالق ہونے کی حیثیت سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس کی مخلوق کی ضروریات کیا ہیں۔ اللہ تعالی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾ (النساء: 11)

''تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (النساء: 13)

''یہ (تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

4: اسلامی شریعت باقی ظالمانہ نظاموں سے یکسر مختلف ہے کیونکہ ان ظالمانہ اور غیر منصفانہ نظاموں میں بیٹی جونہی اٹھارہ (18) سال کی ہوتی ہے تو باپ اس کی ذمہ داری سے دستبردار

ہوجاتا ہے۔ وہ لڑکی پھر رزق کی تلاش میں مارے مارے پھرتی ہے اور وسائل کو تلاش کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتی ہے اور اکثر اوقات عزت کا سودا کر بیٹھتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اسلام میں لڑکی باپ اور خاندان کی اس وقت تک ذمہ داری میں رہتی ہے جب تک اس کی شادی نہیں ہوجاتی اور وہ اپنے خاوند کے گھر نہیں چلی جاتی۔ اس کے بعد اس کا خاوند اس کی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ دار بنا دیا جاتا ہے۔ آپ ذرا اسلامی شریعت کے زیر اثر زندگی گزارنے والی عورت اور مغرب میں ظالمانہ نظاموں کے تحت زندگی گذارنے والی عورت کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عورت کی عزت اسلامی شریعت میں ہے یا ان نظاموں میں جن میں باپ اپنے جگر کی ٹکڑیوں سے دستبردار ہو کر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

انسانوں کے وضع کردہ نظاموں میں وراثت کا تصور:

بعض سادہ لوح لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں وراثت کا نظام منصفانہ اور عادلانہ ہے کہ اس میں مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جاتا ہے اور عمر کے ایک خاص حصے میں پہنچ جانے والوں کو ان کے حصہ سے محروم کر دیا جاتا ہے یا ان کا حصہ کم کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہی تو ان نظاموں کے گراوٹ ہے کہ یہ انسانی فطرت اور ضرورت کے مطابق نہیں ہیں۔ ان معاشروں میں تو عورت کو برابر حقوق دے کر اسے فتنہ و فساد میں ڈال دیا گیا ہے کہ عورت خود خرچ کر کے مرد کو تلاش کرتی ہے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ لیکن اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ اسلامی شریعت کی حکمرانی میں تو مرد ایک پاکدامن اور عفت و عصمت والی عورت کی جستجو کر کے اسے اپنی شریک حیات بناتا ہے اور اس کے لیے ہر چیز قربان کرتا ہے اور اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

اسی لیے، ہم دیکھتے ہیں کہ جن معاشروں میں عورت جتنی زیادہ باحیا اور عفت و عصمت کی زندگی گزار رہی ہے وہاں پر ان کے حق مہر کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ آپ سعودی عرب میں دیکھ سکتے ہیں جبکہ دوسری جانب حق مہر کی مقدار دن بدن کم ہو رہی ہے جیسے کہ

برطانیہ جیسے ملک میں نصف پاؤنڈ تک حق مہر کی مقدار جاچکی ہے۔

آخر میں ہم کہیں گے! انسان کا بنایا ہوا کوئی بھی قانون یا نظام اللہ تعالی کے نظام جیسا نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالی انسانوں کی ضروریات اور ان کے تقاضوں کو بہتر جاننے والے ہیں اور اللہ تعالی کو معلوم ہے کہ ان کے لیے کیا بہتر اور کیا نقصان دہ ہے۔ یہ انسانوں کے وضع کردہ نظام جب مسلمانوں کے قدموں تلے روند دیئے جائیں گے اور اللہ تعالی کے خالص دین اور نظام کی دنیا پر حکمرانی ہوگی تو دنیا ایک بار پھر دیکھے گی کہ دنیا میں کیسے امن قائم ہوتا ہے کیونکہ اس میں وراثت اللہ کے وضع کردہ نظام کے تحت تقسیم ہوگی اور اللہ تعالی کے تمام تر احکامات دنیا میں نافذ ہوں گے تو مسلمانوں کو حقیقی کامیابی اور خوشی حاصل ہوگی۔

چھٹا شبہ (اشکال)

عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟

بعض لوگوں نے یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت کو محرم کے بغیر اکیلے سفر کی اجازت نہ دے کر عورت کو ناقابل اعتماد سمجھا جاتا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ عورت کے بارے اتنا خوف کیوں محسوس کیا جاتا ہے؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے بارے اپنے گمان اور خیالات کو اچھا رکھو اور اس کے بارے میں کوئی خطرہ محسوس نہ کرو کیونکہ حالات بدل چکے ہیں؟

حقیقتِ حال یہ ہے کہ محرم کے ساتھ سفر کی پابندی میں عورت کے حقوق کی پامالی نہیں بلکہ اس کی شان اور عزت میں اضافہ کا باعث ہے کیونکہ سفر میں محرم عورت کے خادم کی حیثیت سے سفر کرتا ہے اور اس کی تمام تر ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اس کے آرام کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ اسی طرح لفنگے قسم کے لوگوں سے اس کی حفاظت کا باعث بنتا ہے جو اسے اکیلی دیکھ کر تنگ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے بالکل سچ فرمایا:

”لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ“ [1]

”جو عورت بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتی ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دن رات کی مسافت کو محرم کے بغیر اکیلی طے کرے۔“

رسول کریم ﷺ نے اپنے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہونے کی غرض سے نام لکھانے

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث :1088، صحیح مسلم، رقم الحدیث :1339.

والے ایک صحابی کو حکم دیا کہ تمہاری بیوی حج کے لیے جانا چاہتی ہے تو تم غزوہ میں شریک ہونے کی بجائے اس کے ساتھ حج پر جاؤ۔ یہ تمام تر احکامات بنیادی طور پر عورت کے فائدے کے لیے ہیں کیونکہ ان اقدامات سے عورت کا اعتماد بڑھے گا اور اطمینان وراحت کے ساتھ اپنا سفر طے کر سکے گی۔ اگر عورت کو سفر کے لیے کھلی چھٹی دے دی جائے اور بغیر محرم کے سفر کی اجازت دے دی جائے تو اس سے معاشرے میں فتنہ عام ہو سکتا ہے اور عورت کی عزت بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ کیونکہ سفر میں اکیلی عورت کی جان اور عزت کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں کیونکہ عورت فطری طور پر کمزور پیدا کی گئی ہے مرد بہت جلد اس پر قابو پا سکتا ہے اس لیے عورت کے لیے اپنی جان اور عزت کی حفاظت کرنا اتنا آسان نہیں ہے' اسی لیے شریعت نے سفر کے لیے محرم کی شرط لگائی۔ محرم کی موجودگی میں عورت کا کسی مرد کے ساتھ خلوت میں جانے کا خدشہ نہیں ہوگا۔ مرد وزن کی خلوت کو اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے کیونکہ مرد وعورت اگر خلوت میں جاتے ہیں تو شیطان وہاں پر موجود ہوتا ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ ان دونوں کو بہکانے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے۔ اگر سفر میں محرم بھی ساتھ ہو تو ایسی کوئی مجبوری نہیں بنے گی کہ عورت کو غیر محرم مرد کے ساتھ خلوت میں جانا پڑے بلکہ وہ جہاں بھی جائے گی تو اس کا محرم اس کے ساتھ ہوگا۔ اسلام نے غیر محرم مرد اگرچہ قریبی رشتہ دار بھی ہوں ان کے ساتھ بھی اکیلے ملنے اور خلوت میں جانے سے عورت کو منع کیا ہے کہ اپنے دیور' جیٹھ' خاوند کے چچا اور ماموں کے ساتھ بھی اکیلے نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: الحَمْوُ المَوْتُ"[1]

"تم اکیلی عورتوں کے پاس مت جاؤ۔ ایک انصاری آدمی نے پوچھا: دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔"

یعنی اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو مرد کے قریبی رشتہ داروں سے

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث :5232، صحیح مسلم، رقم الحدیث :2172.

بھی اکیلے میں ملنے سے منع کیا ہے' چہ جائیکہ وہ اکیلے سفر کرے۔

اگر یہ احتیاطی تدابیر نہ اختیار کی جائیں تو شیطان جو بنی آدم کا دشمن ہے وہ ضرور ان پر مسلط ہو کر عورت کو مردوں کے ہاتھوں کھلونا بنا دے اور ایسی مشکلات میں ڈال دے جہاں سے اس کے لیے نکلنا ناممکن ہو جائے اور پھر عورتوں کے حقوق کے علمبردار بھی اس کو ان نتائج سے نہ بچا سکیں۔

کیا ایسے محرم کی موجودگی عورت کی شان میں کمی کا باعث ہے یا اضافے کا کہ وہ محرم مرد عورت کے اخلاق' کردار' دین' عزت اور زندگی کا محافظ بن کر اس کے ساتھ چلتا ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اقدام سے عورت کی شان اور قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے اور عورت کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ حکمت صرف وہی انسان جان سکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے نور سے منور کر رکھا ہے۔

ساتواں شبہ (اشکال)

عورت کی تعلیم اور ملازمت

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام عورت کو تعلیم اور ملازمت سے منع کرتا ہے؟ کیا عورت ایک انسان نہیں؟ کیا اسے تعلیم اور ملازمت کی ضرورت نہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ عورت بھی مرد کی طرح ہے اس لیے اس کے لیے بھی تعلیم اور ملازمت کے تمام مواقع جائز ہونے چاہییں۔

پہلے حصے یعنی تعلیم کے بارے میں جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اہل علم کی تعریف فرمائی ہے اور تمام مردوں اور عورتوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے، فرمایا:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (المجادلة:11)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔“

اور اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ ﴾ (فاطر : 28)

”اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں۔“

اسی طرح دیگر آیات واحادیث میں مرد وعورت کو تعلیم کے معاملے میں برابر حکم دیا گیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ بلکہ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں کتنی ہی تعلیم یافتہ عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے جو مردوں سے بھی آگے تھیں۔ البتہ اسلام جب عورت کی تعلیم کی بات کرتا ہے تو اس کے لیے ایک ضابطہ اور طریقہ کار کا بھی تعین کرتا ہے تاکہ تعلیم کی وجہ سے باقی

تقاضوں میں غفلت نہ ہو جائے۔ اگر عورت کی تعلیم کی وجہ سے اس کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو یا اختلاط کا ڈر ہو کہ ایسی جگہوں پر جانے کی ضرورت پڑے جہاں پر اس کی عزت خطرے میں ہو تو اسلام عورت کو ایسی تعلیم سے دور رہنے کا حکم دے گا کیونکہ کردار اور عورت کا وقار ایک لازمی تقاضا ہے جس کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر تعلیم کی وجہ سے عورت اپنی خانگی ذمہ داریاں صحیح طریقے سے ادا کرنے سے قاصر ہو تو تعلیم کی بجائے اس کے لیے گھر اہم ہو گا۔ البتہ اگر دونوں مل کر تعلیم حاصل کر رہے ہوں اور خانگی معاملات بھی صحیح طریقے سے چل رہے ہوں تو اسلام پابندی نہیں لگاتا۔ مفید علم کا حصول جس کی عورت کو ضرورت ہے یا معاشرے کو اس کی ضرورت ہے تو اس کا حصول عورت کے لیے جائز ہے۔ البتہ لازم اور واجب نہیں ہے۔

ہم یہ بہتر سمجھتے ہیں عورت کی تعلیم کے معاملے میں بھی ایسے شعبہ جات اور تخصصات کا انتخاب کیا جانا چاہیے جو عورتوں کے لیے زیادہ مفید ہیں اور معاشرے کو بھی ان علوم وفنون میں خواتین کی ضرورت ہے۔ عورت کو ایسے علوم وفنون کی تعلیم میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جس سے نہ خود اسے فائدہ ہو اور نہ ہی کسی اور کو فائدہ ہو۔ عالم اسلام میں تعلیم کے شعبہ کے ذمہ داران کو چاہیے کہ خواتین کے لیے مخصوص شعبوں کا تعین کریں۔ کیونکہ اسلام عورت کو ملازمت کے لیے یا روزی کمانے کے لیے اپنے مقام ومرتبہ سے نیچے آنے کی کسی بھی صورت میں حمایت نہیں کرتا کیونکہ اسلام میں عورت کی عزت اور شان کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسلام میں چونکہ عورت کے نان نفقہ اور ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ مرد ہی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے اور اگر وہ عورت کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو یا اس کی ضروریات پوری نہ کر رہا ہو تو عورت کے لیے طلاق یا فسخ نکاح کا مطالبہ جائز ہے کہ وہ اس کی جائز ضروریات کو پورا نہیں کر رہا۔

اسلام ملازمت اور کام سے بالکل بھی عورت کو منع نہیں کرتا۔ البتہ چند شرائط کے تحت اس کی اجازت دیتا ہے کہ اگر عورت کوئی ایسا کام یا ایسی ملازمت کرتی ہے جس میں اس کا مردوں

کے ساتھ میل ملاپ نہیں ہے، نہ ہی اختلاط ہے، نہ خلوت کا امکان ہے، نہ غیر محرم مرد اس کے پاس آتے جاتے ہیں اور اس کے آنے جانے کا راستہ بھی پر امن اور محفوظ ہے تو ایسی صورت میں عورت کے لیے ملازمت یا کام کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ اسے چاہیے کہ وہ زیب وزینت کر کے بن سنور کر اور خوشبو لگا کر نہ نکلے اور مردوں کے ساتھ نرم وگرم لہجے کی بجائے مہذب انداز میں گفتگو کرے۔

اگر یہ تمام شرطیں پوری ہوں تو عورت کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ کوئی ایسی ملازمت کرے جو اس کے لیے کرنی آسان اور ممکن ہو۔ انہیں شرائط کے ساتھ عورت کے لیے تجارت کرنا بھی جائز ہے۔

غیر شادی شدہ عورت کے لیے ولی کی رضا مندی اور شادی شدہ کے لیے خاوند کی رضامندی بھی لازم ہے' کیونکہ عورت کے لیے اپنے سربراہ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جو لوگ اس کے علاوہ کوئی بات کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

ایک کڑوی حقیقت:

عالم اسلامی کے موجودہ حالات پر ایک نظر ڈالی جائے تو شرمندگی سے پیشانی شرابور ہو جاتی ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ عورت کی اسلامی معاشروں میں قدر وقیمت انتہائی گر چکی ہے اور عورت کو اس کے مقام سے نیچے گرا دیا گیا ہے' جس کے نتیجے میں عورت ایسے لفنگوں اور بیہودہ لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بن چکی ہے جو اس کی عزت کو تار تار کر رہے ہیں۔ چاہے موجودہ تعلیمی ادارے ہوں یا کاروباری ادارے وہاں پر بدقسمتی سے اکثر اوقات عورت کی قدر وقیمت بہت زیادہ کم ہو چکی ہے۔

عورت نے خود اپنے آپ کو اپنے مقام سے نیچے گرایا کہ عالم اسلام کے اکثر ممالک میں نوجوان لڑکیاں نوجوان لڑکوں کے ساتھ یونیورسٹیوں کی سیڑھوں، گذرگاہوں، تجربہ گاہوں، کلاس روم، لائبریری اور بسوں میں اکٹھی ہوتی ہیں اور مخلوط ماحول میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں تو اس کے نتیجے میں لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان ناجائز تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ تعلیمی

اداروں میں جب یہ نوجوان ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کو بڑھاتے ہیں تو رپورٹوں کے مطابق بہت ساری لڑکیاں مانع حمل گولیاں استعمال کرتی ہیں اور لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کی تصویریں بغیر کسی شرم وحیا کے ساتھ اٹھائے پھر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ ایسی بگڑی ہوئی نوجوان نسل سے دور نہیں ہے' انہیں اس اختلاط کے نتائج سے ڈرنا چاہیے۔ جب ان لوگوں سے منافقین کی طرح کہا جاتا ہے کہ تم زمین پر فساد برپا نہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فسادی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر لڑکے اور لڑکیاں بنچوں پر ایک ساتھ بیٹھیں گے تو اس سے ان کا اجنبی پن ختم ہوگا اور ان میں شہوت پیدا نہیں ہوگی اور عورت ان کے لیے ایک عام انسان ہوگی۔ یہ سب جھوٹ ہے اور دھوکہ ہے کیونکہ اس اختلاط کے باعث مسائل اور پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے اور فحاشی عام ہوئی ہے اور صورتحال یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بہت سارے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کی خاطر تعلیم کو بھی خیر باد کہہ دیتے ہیں اور ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں اور تعلیم میں انہیں ذرا بھر رغبت نہیں رہتی۔

دنیا میں اس وقت اعلیٰ تعلیم کی اکثر یہی صورت بنتی جا رہی ہے اور اسی کی وجہ سے نہ تعلیم کا معیار ہے اور نہ ہی کوئی قابل ذکر قسم کے لوگ ان تعلیمی اداروں سے نکل رہے ہیں۔ بلکہ ان اداروں کے تعلیمی نتائج کا حال دیکھا جائے تو ان میں مسلسل کمی اور گراوٹ ہی دیکھنے میں آئے گی' کیونکہ طلبہ وطالبات کی توجہ تعلیم کی بجائے ایک دوسرے پر زیادہ ہوتی ہے۔

جہاں تک معاملہ عورتوں کی عملی زندگی کا ہے تو اس کی حالت تعلیم سے بھی زیادہ بری ہے۔ بہت سارے ممالک کے بازاروں' سرکاری وغیر سرکاری اداروں' دفاتر اور کمپنیوں میں ہر جگہ پر مرد وزن کا اختلاط ہے اور ہوائی کمپنیوں کے دفاتر کے علاوہ فضا میں اڑنے والے طیاروں میں بھی ایسا بدترین اختلاط دکھائی دیتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ جبکہ مشرکین کی حالت یہ تھی کہ جب وہ سمندر کی موجوں پر سفر کے لیے روانہ ہوتے تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے' جبکہ یہاں صورتحال یہ ہے کہ جب جہاز فضاؤں میں اپنی اڑانیں بھر رہے ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد

کرنے کی بجائے فضائی میزبان عورتیں اپنے حسن و جمال کی نمائش کر رہی ہوتی ہیں اور اکثر جہازوں میں شراب پیش کی جا رہی ہوتی ہے۔ اللہ ہی معاف فرمائے۔

ایک عرب ملک کی جانب سے فضائی میزبانوں کی بھرتی کا اعلان پڑھا تو اس میں صاف لکھا ہوا تھا کہ خوبصورتی شرط ہے' گویا کہ ان میزبانوں کو اپنا حسن و جمال دکھانے کے بدلے میں تنخواہ دی جائے گی۔ اللہ معاف فرمائے کہ قرآن زیب وزینت اور بناؤ سنگھار دکھانے کے عمل کو جاہلیت قرار دیتا ہے مگر یہاں فیشن کا نام دے کر اس کی ترویج کی جاتی ہے۔

اسی طرح دکانوں اور کاروباری اداروں میں بھی جن لڑکیوں کو گھٹیا کوالٹی کا مال بیچنے کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے ان کے لیے بھی خوبصورتی اور حسن و جمال شرط رکھی جاتی ہے اور ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گاہک لے کر آئیں چاہے کسی بھی طریقے سے لائیں' اور وہ پھر ایسی حیا باختہ حرکتیں اور کام کرتی ہیں کہ اللہ ہی ان سے بچائے۔ اور وہ لڑکیاں جو قہوہ خانوں' شراب خانوں میں کام کے لیے جاتی ہیں ان کے لیے ہم یہی کہیں گے کہ انہوں نے سب سے بدترین پیشے کو اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد ان لڑکیوں کا ذکر آتا ہے جو پرنسپل سیکرٹری' انچارج دفتر' استقبالیہ اور دفتر کی رونق کے لیے بھرتی کی جاتی ہیں تو ان کا مقصد مردوں کو خوش کرنا ہوتا ہے، کیونکہ اکثر ایسی لڑکیاں مردوں کے لیے دوسری بیوی کی طرح ہوتی ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ بوریت محسوس کرتے ہیں اور آئے دن سیکرٹری تبدیل کر کے اپنی ہوس کو پورا کرتے ہیں۔ ہم اصحاب اقتدار سے اپیل کرتے ہیں کہ ان بیوقوفوں کے ہاتھ روکو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری کرنے میں مصروف ہیں اور ملک وقوم کو تباہی کے دھانے پر پہنچانے پر لگے ہوئے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ دوسری قوموں کی تباہی سے عبرت حاصل کریں جہاں پر فتنوں نے گھر کر رکھا ہے۔ خوش بخت وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑ کر اپنے آپ کو تباہی سے بچالیتا ہے۔ جیسا کہ عربی ضرب المثل میں کہا جاتا ہے: ''سعید برباد ہو گیا' سعد کو بچالو۔''

مسلمان نرسیں:

نرسنگ کے شعبہ کی انتہائی اہمیت اور ضرورت ہے، اس لیے اس شعبہ سے وابستہ اپنی مسلمان بہنوں سے درخواست ہے چاہے وہ سعودی ہیں یا غیر سعودی' انہیں چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات اور اقدار کو ملحوظ خاطر رکھیں ۔ جب اس شعبہ سے وابستہ مسلمان خواتین اس معاملے میں سستی کرتی ہیں تو انہیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہ بے پردگی کی حالت میں بن سنور کر' ڈاکٹروں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتی ہیں ۔ یہ بات جب ہم سعودی عرب جیسے مقدس ملک میں دیکھتے ہیں تو انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ وہ مسلمان عورتیں جن کی تربیت ایک خالص اسلامی ماحول میں ہوئی ہے وہ بے احتیاطی سے کام لے رہی ہوتی ہیں جبکہ انہیں چاہیے کہ وہ یہ بات اپنے ذہن سے کبھی نہ نکلنے دیں کہ وہ مقدس سرزمین کی باسی ہیں۔ وزارت صحت کے ذمہ داران سے بھی ہماری التجا ہوگی کہ وہ نسل نو کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں اور ایسی فضا بنائیں جس میں شرم وحیا ہو کیونکہ نرسنگ کے شعبہ میں عورتیں کے کام کے کوئی بھی خلاف نہیں ہے ۔ یہ شعبہ عورتوں کے لیے انتہائی باوقار اور مناسب شعبہ ہے اور اسلام ہمیں انسانی خدمت کا حکم دیتا ہے۔

عورتوں کے کام کرنے کے بارے میں اشکال:

عورتوں کے کام کرنے کے حق میں نعرے لگانے والے کہتے ہیں کہ عورتوں کو کام کاج میں مصروف کرنے سے عورت معاش میں اپنے خاوند کا ہاتھ بٹا سکے گی اور اسے فراغت کی بجائے ایک مصروفیت بھی مل جائے گی۔ ہم ان لوگوں سے کہیں گے کہ معاش کی فکر کرنا عورت کی ذمہ داری ہی نہیں ہے بلکہ یہ مرد کی ذمہ داری ہے کیونکہ شرعی اعتبار سے مرد ہی نان نفقہ اور رہنے سہنے کے اخراجات پورے کرنے کا ذمہ دار ہے ۔ مرد کو چاہیے کہ وہ محنت کر کے زیادہ سے زیادہ کمائے اور گھر کی ضروریات کو پورا کرے اور عورت کو بچوں کی تربیت کے مشن کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ کمائی تو ایک ذریعہ ہے جبکہ بچوں کی تربیت ایک غایت اور مقصد ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو جو عورت بچوں کی تربیت اور گھر کی ذمہ داریوں پر توجہ کرتی ہے تو اس

کے پاس فرصت کے لمحات ہی نہیں ہوتے کہ وہ کوئی اور کام کر سکے۔

جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کام کے ذریعے سے معاشرے کی خدمت کرے گی۔ تو ہم اس سلسلے میں یہ کہیں گے کہ اگر کوئی ایسا کام ہے کو جو عورتوں کے ساتھ خاص ہے اور معاشرے کو اس کی ضرورت بھی ہو تو ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے بشرطیکہ اس میں مرد وزن کا اختلاط نہ ہو اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کی تربیت میں بھی کوئی کمی نہ آئے۔ اور جو کام ان کے علاوہ ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ ان میں عورتوں کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے جب خواتین کو آپ گھر سے باہر کے کام کاج میں مصروف کر دیں گے تو ان کی کمی پوری کرنے کے لیے باہر سے نوکرانیاں اور خادمائیں منگوانا پڑیں گی۔ اور یہ معاملہ اتنا گھمبیر ہو چکا ہے کہ اس نے بڑے بڑے عقلمندوں کو چکرا کر رکھ دیا ہے۔ عورتوں کو گھر سے باہر کام میں مصروف کرنے سے عورت کی قدر و قیمت میں کمی ہوگی اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں بھی ایسی عورتیں بہت کوتاہی کا ارتکاب کرتی ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کو بخوبی معلوم ہے جنہوں نے گھر سے باہر کام کرنے والی عورتوں سے شادی کر رکھی ہے۔

کیا مردوں کی اتنی ہی کمی ہوگئی ہے کہ حکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں عورتوں کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ مردوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

آٹھواں اشکال

خواتین کو مارنا

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں عورتوں کو مارنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ﴾ (النساء: 34)

''جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) اُن کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر اُن کیساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو۔''

جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو مارنے سے منع کیا ہے کیونکہ وہ ایک کمزور انسان ہے اور اکثر اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ البتہ اللہ تبارک وتعالی نے سرزنش کرنے یا کچھ سکھانے کی غرض سے عورت کو مارنے کی ایسے ہی اجازت دی ہے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے یا استاذ اپنے شاگرد کی اصلاح اور تربیت کے لیے اسے مار سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے ایسا سخت زدوکوب کرنے اور بے رحمی کے ساتھ مارنے سے منع کیا ہے۔ آپ کو محسوس نہیں ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں مارنے کی اجازت دی گئی ہے وہ تربیت اور اصلاح کے آخری مرحلہ پر ایک آخری کوشش کے طور پر دی ہے۔ مارنے سے پہلے جن مراحل کو مکمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

پہلا مرحلہ: وعظ ونصیحت اور پیار سے سمجھانا کہ خاوند کے حقوق کیا ہیں اور اللہ تعالی کا خوف دلانا۔ اگر سمجھانے سے وہ اپنی اصلاح کرلے تو خاوند کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ دوسرے مرحلہ کو اختیار کرتے ہوئے اپنا بستر اس سے الگ کرے۔

دوسرا مرحلہ: بستر سے یا بستر پر علیحدگی یعنی اس کی جانب پیٹھ کر کے سوئے یہاں تک کہ

وہ اپنی اصلاح کر لے اور اپنا چلن درست کر لے اور خاوند کی نافرمانی سے باز آجائے۔ یہ سب کچھ بنیادی طور پر عورت کی بہتری کے لیے ہی کیا گیا ہے تاکہ طلاق نہ ہو۔ اگر یہ ترکیب اپنا کام دکھا دے اور عورت کی اصلاح ہو جائے تو تیسرا مرحلہ اختیار کرتے ہوئے اسے مارنے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔

تیسرا مرحلہ: اس سب کے بعد مارنے کا مرحلہ آتا ہے اور اس کی اجازت بھی آخری ترکیب اور آخری علاج کے طور پر دی گئی ہے۔ اور یہ مار بھی وہ ہونی چاہیے جس میں جسمانی ایذا نہ ہو بلکہ ڈرانا مقصود ہو۔ یہ اس لیے بھی اس مرحلہ میں ضروری ہے کہ عورت بگڑ نہ جائے اور اپنے ہی خاوند کے خلاف بغاوت نہ کرنے لگ جائے۔ آپ دنیا میں جا کر دیکھیں تو ایسا اکثر ہوتا ہے کہ اگر مرد کی جانب سے سختی نہ کی جائے تو عورتیں سرکش ہو جاتی ہیں۔ اس لیے محدود اور مشروط مار سے بہت سارے خاندانی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور طلاق سے بچت ہو سکتی ہے۔

کوئی بھی عورت چاہے وہ جیسی بھی ہو وہ کبھی بھی طلاق کو مار اور سختی پر ترجیح نہیں دیتی۔ یہ بھی دوائی کی طرح کڑوی ہو سکتی ہے مگر اس کے اختیار کرنے سے فائدہ متوقع ہے۔ پھر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے یہ تینوں مراحل کی تراکیب یا علاج جن میں آخری کوشش کے طور پر مارنے کی اجازت ہے یہ اسی صورت میں اختیار کرنے کی اجازت ہے کہ اگر عورت مرد کی نافرمانی کر رہی ہو اور بغیر کسی وجہ کے مرد سے بے زار ہو۔ اور جب عورت فرمانبرداری کو اختیار کر لے تو اس کی سرزنش کو ختم کرنے کا حکم بھی قرآن یوں دیتا ہے:

﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ۝﴾

(النساء: 34)

''اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بیشک اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جس مارنے کی اجازت ہے اس کی غرض و غایت اصلاح اور تربیت ہے عورت کو تکلیف دینا نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

یہ خواتین کی آزادی اور ان کے حقوق کے دفاع کا جھوٹا دعوی کرنے والے ہمیں کس راہ پر لے کر جانا چاہتے ہیں؟

* کیا آج ان کی وجہ سے وہ حالات نہیں بن چکے ہیں جن میں ایک مسلمان عورت اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھی ہے؟۔
* کیا آج ان کے انہی دعووں کے باعث معاشرے میں بگاڑ نہیں پیدا ہو رہا ہے اور ایک مسلمان عورت کافروں کی نقالی میں اپنا مقام کھوتی جا رہی ہے اور دن بدن انحطاط اور پستی کی طرف جا رہی ہے کہ ایک مسلمان اور کافر عورت کے مابین فرق کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے؟
* کیا آج بعض مسلمان ممالک میں کھلے عام فحاشی اور زنا کے اڈے نہیں کھل چکے؟۔
* کیا آج ہزاروں مسلمان نوجوان روزانہ ان ممالک کا سفر نہیں کرتے جہاں پر فحاشی اور عریانی کی گندگی عام ہے۔ یہ نوجوان ان ممالک کی طرف سے فحاشی اور عیاشی کے لیے دیئے جانے والے اشتہارات سے متاثر ہو کر وہاں جاتے ہیں اور بے دریغ پیسہ ضائع کر کے اپنا دین وایمان بیچنے کے ساتھ ساتھ بہت ہی خطرناک بیماریاں ساتھ لے کر واپس آتے ہیں۔ ان ممالک میں شراب وکباب اور فحاشی کی کھلے عام ترویج کی جاتی ہے؟۔
* کیا ان لوگوں کی باتوں کے باعث آج عورت اپنے زیورِ عفت وعصمت سے عاری ہو کر عریانی اور بے پردگی کی طرف مائل نہیں ہو چکی؟
* یہ لوگ اسلامی ممالک میں بھی اسی طرح کی گندگی اور اخلاقی بے راہ روی کو عام کرنا چاہتے ہیں' جس کے نتیجے میں بے حیائی کو فروغ دینے والے کلب کھلیں' اور جنس پرستی ہو اور ہم جنس شادیاں ہوں جیسے کہ کئی ممالک میں سرکاری طور پر ایسی شادیاں ہو رہی ہیں اور وہ اخلاقی طور پر گراوٹ کی آخری کھائی میں گر چکے ہیں۔

* کیا یہ لوگ اب بھی باز نہیں آئیں گے جبکہ وہ ممالک جن کی وہ نقالی کرنا چاہتے ہیں وہ اس اخلاقی بے راہ روی سے پریشان ہوکر عفت وعصمت کی راہ پر واپس آنے کی کوششیں کررہے ہیں اور کف افسوس مل رہے ہیں کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ ان کے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔
* ہم خواتین کے حقوق کے ان جھوٹے علمبرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم واقعی خواتین کے حقوق کا دفاع کرنا چاہتے ہو تو قرآن کریم کو پڑھو اور ان اقوام کے حالات پر غور کرو جہاں عورت اپنا وقار کھوبیٹھی اور اس کے نتیجے میں پورے کا پورا معاشرہ تباہ وبرباد ہوکر رہ گیا۔

تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھو تمہیں معلوم ہو کہ اس دنیا میں اللہ تعالی کا کبھی نہ بدلنے والا قانون کیا کہتا ہے۔ ہم عالم اسلام کے حکمرانوں' علماء اور اصحاب حل" وعقد سے درخواست کریں گے کہ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں اللہ تعالی سے ڈریں کیونکہ بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب ہمارے سروں تک آچکا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ ہمارا انجام بھی وہی نہ ہو جو اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے کفر کرنے والوں کا ہوتا ہے اور تباہی ان کا مقدر بن کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالی کا قانون یہ ہے کہ جب بھی کسی معاشرے میں عورت اپنا مقام کھوبیٹھتی ہے تو وہ معاشرہ بھی بگاڑ اور تباہی کا شکار ہوجاتا ہے' اور جو لوگ آج عورت کے حقوق کی بات کررہے ہیں وہ حقیقت میں یہی چاہ رہے ہیں۔

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمان نوجوانوں اور مسلمان عورتوں کی حفاظت فرمائے اور انہیں اپنے دین کے بارے میں بصیرت عطا فرمائے تاکہ وہ اس دین کو اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔ ہم آخر میں اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

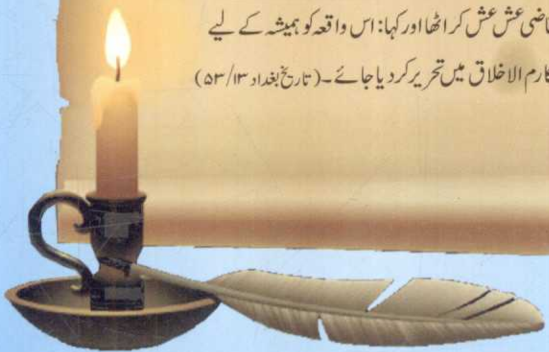
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين

یادداشت

ایک مردِ غیور کا ایمان افروز واقعہ

ابوعبداللہ محمد بن احمد فرماتے ہیں: میں قاضی موسیٰ بن اسحٰق کی مجلس میں موجود تھا، ایک عورت حاضر ہوتی ہے، جس کے ولی نے اس کے شوہر پر پانچ سو دینار مہر کا دعویٰ دائر کیا، شوہر نے اس دعویٰ کا انکار کیا، قاضی نے کچھ گواہ طلب کیے، جن کا گواہی دینے کے لیے عورت کے چہرے کو دیکھنا ضروری تھا، شوہر بولا: میری بیوی جس مہر کا دعویٰ کر رہی ہے میں اس کے ادا کرنے کا اقرار کرتا ہوں، لہٰذا یہ گواہوں کے سامنے اپنا چہرہ نہ کھولے۔
عورت کو واپس بٹھا دیا گیا اور اسے اس کے خاوند کے اقرار کی خبر دے دی گئی، جس پر اس خاتون نے کہا: میں اپنا حق مہر، اپنے شوہر کو ہبہ کرتی ہوں اور اسے دنیا و آخرت میں بری قرار دیتی ہوں۔

قاضی عش عش کر اٹھا اور کہا: اس واقعہ کو ہمیشہ کے لیے مکارم الاخلاق میں تحریر کر دیا جائے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۵۳)



ناشر: جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان